

مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

سیرۃ الانبیاء علیہم السلام

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت طیبہ پر معرکتہ الآراء و تألیف

مقدمہ

مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی
جامعہ دار العلوم ندوۃ العلماء پاکستان صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

اندرہ ایستمان مختصریت گنگوہی رح

ناشران

انڈین کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ بنگلور
جامعہ فاطمہ للبنات مظفرپور، بہار (بھارت)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عليهم السلام

ادره فیضان حضرت گنگوڑی رح



تأليف

مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

چیلر مین

انڈین کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ ہنگلور

یافتی و حاصل

جامعہ فاطمہ للبنات مظفرپور، بہار (الہند)

Mobile: 9342558322 / 8792250535

E-mail : mbnadvi@gmail.com

www.badiuzzamanadwiqasmi.com

www.jamiafatimalilbanat.org

Scanned by CamScanner

تصریحات

اشاعت کے جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

بار اول: ۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶ • بار دوم: ۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲

نام کتاب: سیرۃ الانبیاء علیہم السلام

تالیف: مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

تعداد صفحات: ۴۲۴ - ۴۲۴

سائز: ۲۳/۱۶ + ۲۳

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

کیوزنگ: مولانا محمد نور العین ندوی۔ بنگلور

با اہتمام: وحید الزماں، مسیح الزماں، فرید الزماں، بنگلور

● کتاب ملنے کے پتے ●

● ایڈمن کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ، اولڈ نیشن محلہ، میسور روڈ، بنگلور۔ ۱۸

حافظ قاری محمد شمشیر عالم جامی۔ موبائل: 9886985536

● جامعہ فاطمہ للنبات، قصر حلیم، پکی سرائے، چنددارہ، مظفر پور

فون: 0621-2281375 موبائل: 7488241510

جناب شوکت معین عرف ارمان۔ موبائل: 9708827310

● ملت بکڈپو، نمبر ۲۸ شو میٹھورا انگر مین روڈ، نزد مسجد عتیق ٹینک گارڈن، بنگلور۔ ۱۱

حافظ محمد ناظم۔ موبائل: 9343713173

3	فہرست	1
8	شرف انتساب	2
9	پیش لفظ طبع جانی: از مولف	3
12	تقریظ: حضرت مولانا محمد نعمت اللہ اور سید ندوی حفظہ اللہ	4
15	پیش لفظ: مولف	5
20	مقدمہ: حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم	6
24	تقریظ: حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب قاضی دامت برکاتہم	7
27	اہم تاریخی معلومات	8
33	شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت	9
34	سلسلہ نسب	10
35	رضاعت	11
36	عقیقہ و ختنہ	12
37	مہر نبوت	13
37	شق صدر	14
38	والدین کی وفات	15
39	عبدالطلب اور ابوطالب کی کفالت	16
39	شام کا پہلا سفر	17
40	غجار کی لڑائی	18
40	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے کس نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے؟	19

40	ترتیب طہارت	20
41	تغیر کعبہ	21
41	اسلام کی تبلیغ کا آغاز	22
42	دارالہرم	23
42	اسلام کے خلاف سازشیں	24
43	شق قمر کا مجرہ	25
44	رد شمس کا مجرہ	26
44	قمر کا سال	27
45	معراج کا واقعہ	28
46	مدینہ منورہ میں اسلام کا آغاز	29
49	غار سے روانگی	30
50	قباہ میں تشریف آوری	31
52	قباہ سے روانگی اور نماز جمعہ	32
52	مدینہ منورہ	33
55	رشتہ مواعجات	34
55	مہد نبوی کی تعمیر	35
58	صلہ نبوی کا قیام	36
58	غزوات و سرایا	37

61	۴ ہجری کے اہم واقعات	38
62	۳ ہجری کے اہم واقعات	39
62	۵ ہجری کے اہم واقعات	40
62	۷ ہجری کے اہم واقعات	41
63	۸ ہجری کے اہم واقعات	42
63	۹ ہجری کے اہم واقعات	43
64	۱۰ ہجری کے اہم واقعات	44
64	مرض وقات	45
65	وقات کا روح فرسا واقعہ	46
66	تجھیز	47
68	ازواج مطہرات	48
70	صاحبزادے اور صاحبزادیاں	49
71	نواسے و نواسیاں	50
71	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا نکاح	51
71	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عبرانی نام	52
72	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر دو پڑھنا ضروری ہے	53
72	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر	54
73	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بائبل میں کس نام سے یاد کیا گیا ہے؟	55

73	رحمۃ اللعالمین صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے	56
73	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اور آخری بیوی	57
73	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ شادیوں کا مقصد	58
74	قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف	59
74	اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسی بیوی کی تصویر بھیجی تھی؟	60
75	جملہ ازواج مطہرات کے نام کیا ہیں؟	61
76	مفرقات	62
89	سب سے پہلے نبی کون تھے؟	63
93	حضرت آدم علیہ السلام	64
107	حضرت ادریس علیہ السلام	65
115	حضرت نوح علیہ السلام	66
125	حضرت ہود علیہ السلام	67
133	حضرت صالح علیہ السلام	68
139	حضرت ابراہیم علیہ السلام	69
149	حضرت اسماعیل علیہ السلام	70
155	حضرت اسحاق علیہ السلام	71
159	حضرت لوط علیہ السلام	72
167	حضرت یعقوب علیہ السلام	73
173	حضرت یوسف علیہ السلام	74

199	حضرت شعیب علیہ السلام	75
209	حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام	76
241	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام	77
247	حضرت حزقیل علیہ السلام	78
251	حضرت الیاس علیہ السلام	79
255	حضرت اسمعٰیل علیہ السلام	80
259	حضرت شموئیل علیہ السلام	81
263	حضرت داؤد علیہ السلام	82
271	حضرت سلیمان علیہ السلام	83
287	حضرت ایوب علیہ السلام	84
343	حضرت یونس علیہ السلام	85
351	حضرت زکریاؑ علیہ السلام	86
359	حضرت عزیر علیہ السلام	87
367	حضرت زکریا علیہ السلام	88
373	حضرت یحییٰ علیہ السلام	89
381	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	90
418	مآخذ و مراجع	91
421	انڈین کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ ہنگلور	92
422	تعارف جامعہ قاطرہ للہیات مظفرپور	93
423	مختصر تعارف مؤلف کتاب	94

شرفِ انتساب

میں اپنی اس تالیف
کو

اپنے موبی و مونگی، مفکر ملت
حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی

دامت برکاتہم

﴿ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ﴾

و

﴿صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ﴾

اور

اپنے محسن و مشفق، خدام القرآن

حضرت مولانا حافظ قاری مختار احمد صاحب قاسمی

رحمۃ اللہ علیہ

﴿بانی مدرسہ عربیہ سراج العلوم، میسور روڈ، بنگلور شہر﴾

کے

نام منسوب کرتا ہوں

اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائے (آمین)

بدیع الزماں ندوی قاسمی

بہ زیر نظر کتاب کے ۸۶۳۳ صفحات جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر مشتمل ہیں، درحقیقت سرور کائنات، آقائے نامدار اور محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ناچیز حامی کا ہدیہ عقیدت و محرز و نیاز ہے۔

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بہت پہلے منظر عام پر آ جانا چاہئے تھا لیکن اپنی ذمہ داریوں اور مالی وسائل کی قلت کی وجہ سے تاخیر در تاخیر ہوتی چلی گئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق اور بعض مخلص کرم فرماؤں کی توجہ سے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ اس دوسرے ایڈیشن میں چند اہم معلومات کا اضافہ کیا گیا ہے اور کمپوزنگ کی غلطیوں کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔

ۛ در حقیقت میرے قلم دوست مخیر ملت جناب الحاج چاند پاشا صاحب زید اقبالہ (مالک سی، آر، الیکٹریکل، میسور روڈ، بنگلور) نے اس کتاب کی دوسری اشاعت کی بار بار فرمائش کی اور حوصلہ افزائی فرمائی، انہیں کی خصوصی توجہ سے کتاب کا دوسرا ایڈیشن آپ کی خدمت میں حاضر ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

کچھ احقر دور جدید کے نامور اسلامی اسکالر، مشہور داعی الی اللہ، معروف محقق، برادر مکرم مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا محمد نعت اللہ ادریس ندوی حفظہ اللہ کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہے، جنہوں نے احقر کی درخواست پر اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اپنی قیمتی تقریظ سے اس کتاب کو زینت بخشی۔

۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲
 ۴۷۳
 ۴۷۴
 ۴۷۵
 ۴۷۶
 ۴۷۷
 ۴۷۸
 ۴۷۹
 ۴۸۰
 ۴۸۱
 ۴۸۲
 ۴۸۳
 ۴۸۴
 ۴۸۵
 ۴۸۶
 ۴۸۷
 ۴۸۸
 ۴۸۹
 ۴۹۰
 ۴۹۱
 ۴۹۲
 ۴۹۳
 ۴۹۴
 ۴۹۵
 ۴۹۶
 ۴۹۷
 ۴۹۸
 ۴۹۹
 ۵۰۰
 ۵۰۱
 ۵۰۲
 ۵۰۳
 ۵۰۴
 ۵۰۵
 ۵۰۶
 ۵۰۷
 ۵۰۸
 ۵۰۹
 ۵۱۰
 ۵۱۱
 ۵۱۲
 ۵۱۳
 ۵۱۴
 ۵۱۵
 ۵۱۶
 ۵۱۷
 ۵۱۸
 ۵۱۹
 ۵۲۰
 ۵۲۱
 ۵۲۲
 ۵۲۳
 ۵۲۴
 ۵۲۵
 ۵۲۶
 ۵۲۷
 ۵۲۸
 ۵۲۹
 ۵۳۰
 ۵۳۱
 ۵۳۲
 ۵۳۳
 ۵۳۴
 ۵۳۵
 ۵۳۶
 ۵۳۷
 ۵۳۸
 ۵۳۹
 ۵۴۰
 ۵۴۱
 ۵

تقریظ

مشہور اسلامی اسکالر و داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد نعمت اللہ ادریس ندوی دامت برکاتہم
(مرکز دعوت و ارشاد، دہلی، متحدہ عرب امارات و سرپرست جامعہ فاطمہ للبنات مظفر پور)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين محمد
خاتم النبيين وآله وصحبه أجمعين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين... أما بعد

عظیم شخصیات کی سیرتوں پر مشتمل تحریریں یوں بھی آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں، چہ جائے کہ ان کا تعلق ان نفوس قدسیہ سے ہو جن کو اللہ کے انبیاء و رسل ہونے کا شرف مرتبت حاصل ہے۔ سیرت نگاری کا یہ میدان بہ طور خاص دینی و علمی خدمت کا روشن ترین باب ہے، کیوں کہ انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد ہی اللہ کی وحدانیت کی دعوت، اس کے دین اسلام کی تبلیغ، راہ نجات کی رہنمائی اور دینا و آخرت کی سعادت و کامرانی کا طریقہ کار بتانا ہے، اور یہ حیثیت امت دعوت اس فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انبیاء و رسل کی سیرتیں ہمارے سامنے گویا ایک کھلی کتاب کی شکل میں موجود ہوں۔

فاضل مصنف برادر عزیز مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی کا یہ اقدام قابل صد تحسین ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیفی کاوشوں کو آگے بڑھاتے ہوئے سیرت انبیاء جیسے اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ایسی کتاب جو ہر مسلمان گھر کی ضرورت ہو، یقیناً ایک بیش بہا تحفہ ہے، اس لئے کہ انبیاء کرام کی سیرتیں اگر حشو و زائد سے خالی ہوں اور مستند روایتوں پر مبنی ہوں تو ہر مسلمان کے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں، خاص طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک جس کے لئے قرآنی تاکید موجود ہے۔

ایک عام مسلمان کے لئے ان کی سیرتوں میں کم سے کم سبق یہ ہے کہ چوں کہ اللہ کے پیغمبروں نے دین توحید کی تشر و اشاعت کے لئے بڑی سے بڑی مصیبت جھیل کر یہ دین لوگوں

انڈین کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ بنگلور کا ایک تصنیفی، تحقیقی، اشاعتی اور تعلیمی ادارہ ہے جس کے قیام اور تاسیس کا مقصد ہی مستند کتابوں کی نشر و اشاعت ہے، انڈین کونسل نے ”سیرۃ الانبیاء علیہم السلام“ کو شائع کر کے اہل علم اور مطالعہ کے شائقین کو قیمتی، مفید اور کارآمد مواد فراہم کیا ہے، اللہ تعالیٰ انڈین کونسل کے کارکنوں کو اس سے بہتر انداز میں کام کرنے کی توفیق و سعادت عطا کرے۔

عالم اسلام کی مشہور علمی و روحانی شخصیت، جانشین مفکر اسلامؒ استاذ گرامی قدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہ نے ایک خوبصورت ترین مقدمہ لکھ کر عنایت فرمایا، جو اس کتاب کی زینت و جمال کا باعث ہے۔

مؤلف کتاب کی پہلی ۵ کتابیں اشاعت پزیر ہو کر عوام الناس اور خود اہل علم حضرات سے داد تحسین وصول کر چکی ہیں، ان سب تالیفات کا مطالعہ یقیناً ایک خوش آئند علمی اضافے کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو امت کے لئے بار آور فرمائے اور ان کے قلم کو میدان صحافت کے لئے قبول فرمائے۔

راقم الحروف اور تمام اہل علم کی طرف سے اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے موقع پر مؤلف کتاب برادر عزیز مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی تبریک و تہنیت کے مستحق ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف کے لئے توشہ آخرت بنائے اور نجات کا وسیلہ و ذریعہ

قرار دے۔ (آمین).....وماتوفیقی الابللہ

عقودر گذر کا طالب

(حضرت مولانا) محمد نعمت اللہ ادریس ندوی (دامت برکاتہم)

مصنف، ابو ظہبی، متحدہ عرب امارات

۲۷/ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق 23/ دسمبر 2011ء بروز جمعہ

میں نمایاں کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تالیف، خدائے برتر کا یہ بخش و ارم ہے جس کے اتھار شکر کے لئے قلب

زبان بیوقوف و سحر مند۔

اللہ تعالیٰ احقر کی یہ تیسری کتاب معجزہ م پر آ رہی ہے، یہ بات باعث حیرت بھی ہے اور
اشک شریک بھی۔۔۔ حیرت ہے عمر و شکر کی ہر ربانی ہر کیسی کے پیوند اتنا کام کر لیتے پر ہر شکر ہے
اس حیرت و کرم و کرم کا جس نے اپنے ایک، جس نے دے دو چہ صفحات یہ کہنے کی قوت و رحمت
فرمان کی قوت و رحمت شامل حال رہی تو وہ معجزہ و کرم پر مشتمل ”مدنی سبیل جواب“ کے
قدھے بھی آپ کے سامنے جا کر گئے۔

○ اس موقع پر میں سب سے پہلے، اہل اسلام کی مشہور معروف علمی و روحانی شخصیت
شیخ محمد، معروف حضرت مولانا سید محمد رفیع حسینی ندوی دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب کے
مشہور معروف، ائمہ دین کا یہ اقرار ان حضرت مولانا کا فقہ قاضی الحان تھے راجد صاحب قاضی رحمت
اللہ علیہ کا تہذیب سے شکر یہ ہوا کہ جنہوں نے نہ صرف کتاب کی تالیف میں میری حوصلہ
بخش ہوئی بلکہ اپنے رشتہات قہر سے نواز کر مجھ سے محبت و تعلق کے رشتے پر مہر لگائی۔
اللہ پاک ان دونوں بزرگوں کے سامنے قہار سے سجدوں پر تہذیب و سلاست دے گا۔ آمین

○ گرامی قندرموویہ محمد نور الحسن ندوی زید مجدد، بنگور، پینڈہ زبکی میرے شکر کے مستحق
ہیں جنہوں نے ذاتی پیشگی سے پینڈہ گم کے کام کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

○ گرامی قندرموویہ جناب خیر بانی صاحب زید اقبانہ، بنگور کا بھی شہر گزار ہوں،
جنہوں نے اپنی پیونف ریڈنگ اور کتاب کو جو وقت کے لئے حتمی شکل دینے میں اپنی بھرپور فنی
مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ انشاء اللہ کتاب اللہ دے پاک ہوگی، ویسے انسانی جدوجہد و ہر حیثیت
سے محال کی محنت بھی نہیں بجا جا سکتی۔

○ مولانا گرامی قندرموویہ خاتون محمد شمشیر، اہل چاقی زید مجدد (مستقل و محصل مدرسہ

○ گرامی قدر محترم جناب سید محمد صاحب ○ گرامی قدر محترم جناب الحاج چاند پاشا صاحب ○ گرامی قدر محترم جناب منور شریف صاحب ○ گرامی قدر محترم جناب الحاج مجید خان صاحب زید اقبالہم بنگلور ○ گرامی قدر محترم جناب الحاج سید احمد حسین صاحب مرحوم، ان کے علاوہ احقر ان تمام حضرات کا بھی شکر گزار ہے، جنہوں نے کسی طرح بھی اس کام میں تعاون کیا ہے، خصوصاً مولانا منزل ندوی صاحب زید مجددہ (کیرلا) اللہ پاک ان سب کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ یہ کتاب قارئین کے لئے مفید، احقر کے لئے ذخیرہ آخرت اور اس کے والدین مرحومین اور بڑے ماموں محترم جناب الحاج محمد یونس صاحب بن محمد منیر الدین صاحب مرحوم (المتوفی: ۳ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مطابق 4 مارچ 2006ء بروز شنبہ (سنیچر) بوقت شام 7.35 بجے) اور چھوٹے ماموں محترم جناب محمد صغیر صاحب مرحوم (المتوفی: ۵ رذی الحجہ ۱۴۲۶ھ مطابق 6 جنوری 2006ء بروز جمعہ بوقت رات 8.45 بجے) کے لئے ذریعہ نجات ثابت ہو۔ آمین۔

مؤلف کو اس کتاب کے متعلق کہاں تک کامیابی نصیب ہوئی ہے، اس کا فیصلہ اصحاب ذوق اور اہل نظر کے ہاتھ میں ہے۔

وَمَا نُوَلِّقُ إِلَّا بِاللَّهِ، وَهُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

محتاج دعا

بدیع الزمان ندوی قاسمی

۸/ رجب المرجب، ۱۴۲۷ھ مطابق 4/ اگست 2006ء جمعہ



حجت پوری ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ جلدی فیصلہ کیا گیا، اور جن قوموں نے اپنے نبی کی بات دیر سویر مان لی، ان کو رب العالمین نے عذاب اور سزا سے محفوظ رکھا اور ان پر اپنی نعمتیں جاری رکھیں۔

اس طرح انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اسی نشیب و فراز سے اور سزا و جزا سے گزرتا رہا، اور ان کے بعد آنے والوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان بنا۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا، اس سلسلہ کے چند تاریخی واقعات جن میں عبرت و نصیحت کے پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے، بیان فرمایا..... اور قرآن مجید سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی آسمانی کتاب تورات اتاری تھی، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نصیحت اور ان کی رہنمائی کی گئی اور ان سے پہلے کی قوموں اور نبیوں کے واقعات بھی بیان ہوئے، ان دونوں مقدس صحیفوں میں انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے درمیان ہونے والی لائق عبرت باتیں دیکھی اور معلوم کی جاسکتی ہیں۔

البتہ توریت میں آسمانی کتاب اور خدا کا اتارا ہوا صحیفہ ہونے کے باوجود ان کی قوم نے اپنی دنیاوی اغراض کی خاطر ترجمانی اس کی مختلف جگہوں پر مختلف انداز کی کر دی۔ مزید یہ کہ جس زبان میں وہ کتاب نازل ہوئی، اس کی زبان متروک ہو جانے اور گم ہو جانے پر کتاب دوسری زبانوں میں منتقل کی گئی، اور اس کا اصل اور اپنی زبان کا نسخہ باقی نہیں رہا، ترجمے والے نسخوں ہی سے اس کی باتیں معلوم کی جاتی ہیں، جن میں جگہ جگہ فرق کیا گیا ہے۔ بہر حال احتیاط سے اس کی معلومات لی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ قرآن مجید سے فکراؤ نہ ہو، اس طرح اس کو بھی معلومات کا مفید ذریعہ بنایا جاسکتا ہے، جو مسلمانوں کے لئے بھی

افادیت رکھتا ہے، اس لئے قرآن مجید کے مفسرین نے قرآن مجید میں بیان کئے ہوئے زمانہ ماضی کے واقعات کے جو پہلو نہیں بیان کئے گئے ہیں، ان کو حسب ضرورت پیش نظر رکھا تاکہ تفصیلی باتیں معلوم ہوں۔

قرآن مجید چونکہ نصیحت اور ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے، اس لئے اس میں واقعات کے ان پہلوؤں کو نہیں بیان کیا گیا جن کا تعلق ہدایت اور نصیحت سے نہیں ہے، اور جو صرف قصے کہانی اور تاریخی افادیت رکھتے ہیں، ان پہلوؤں کو مفسرین نے محض معلومات بڑھانے کے لئے اپنے حسب مطلب تورات وغیرہ سے لیا ہے، جس کی علمی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بشرطیکہ اس میں احتیاط رکھی گئی ہو، اور قرآن مجید اور حدیث شریف میں بتائی ہوئی باتوں سے ان کا ٹکراؤ نہ ہو، اس لئے کہ قرآن و حدیث اپنی صحیح شکل میں باد ثوق طریقے سے محفوظ ہیں، ان میں تغیر نہیں ہوا ہے۔

بہر حال علماء نے انبیاء علیہم السلام کی تاریخ پر کتابیں لکھی ہیں اور معلومات قرآن مجید اور حدیث شریف اور سابقہ صحف سماویہ اور سابقہ قوموں کی کتابوں سے بھی لی ہیں، جو علمی افادیت کی حامل ہیں، ان ہی کتابوں میں مولانا بدیع الزماں صاحب ندوی قاسمی (چیرمین انڈین کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ بنگلور، بانی و صدر جامعہ فاطمہ للبنات مظفر پور، بہار) کی کتاب ”سیرۃ الانبیاء“ ہے، انہوں نے اس کتاب میں دئے ہوئے واقعات و حالات کو اخذ کرنے اور جمع کرنے میں علمی طریقہ بحث کے ساتھ تفصیل کا طریقہ اختیار کیا ہے اور بہت معلومات جمع کر دی ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے کے ساتھ ان کے اصحاب کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا بھی ذکر ہے، اس طرح اس میں مفصل دائرے میں بہت سی معلومات آگئی ہیں، جو الگ الگ کتابوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔

اہم تاریخی معلومات



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آخرت کی فکر کرنے

کی ضرورت ہے.....

عقل مند آدمی کا کام یہی ہے کہ جو اس کو خطرہ

بتایا جائے تو اس سے بچنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کو کسی مضرت کی

اطلاع دی جائے۔ تو اس مضرت سے بچنے کی کوشش کرے، یہ سمجھداری

کی بات ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کچھ سمجھدار لوگ ہیں وہی باتوں کو

سمجھتے ہیں اور جو بیوقوف ہیں، اور آنکھ بند کئے ہوئے ہیں، اور بیوقوفی میں جو

چاہ رہے ہیں کر رہے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ کیا بھلا ہے کیا برا ہے، تو وہ

پریشان ہوں گے، اس لئے بھائیو! آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی

تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۲۲ نومبر ۲۰۰۰ء کو رسول

پور آنٹ (اسپی اعظم پور) ضلع ہردوئی کے جلسہ اصلاح

معاشرہ میں کی تھی۔)

اہم تاریخی معلومات

سوال: حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کتنے سال کا فاصلہ ہے؟

جواب: 5149 سال کا فاصلہ ہے۔ (عالمی تاریخ ص: 22)

✓

سوال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کون سے رسول آئے؟

جواب: صحیح اور رائج بات یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ ✓

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے کتنے سال بعد پیدا ہوئے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کے 8155 سال بعد پیدا ہوئے۔ ✓

(شرف الکالمہ ص: 18)

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کتنا وقفہ گزرا؟

جواب: 600 سال کا۔ (سیرت حلبیہ ج: 1 ص: 22 پر 400 سال کا قول بھی منقول ہے) ✓

سوال: ایک نبی سے دوسرے نبی تک کتنا عرصہ یعنی زمانہ گزرا ہے؟

جواب: تمام کے بارے میں تو معلوم نہیں البتہ چند کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے۔

✽ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان 2200 سال کا زمانہ گزرا۔ ✓

✽ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان 1143 سال کا زمانہ گزرا۔ ✓

✽ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے درمیان 575 سال کا عرصہ گزرا۔ ✓

✽ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان 579 سال کا فاصلہ رہا۔ ✓

دوسرا قول یہ ہے کہ صرف 179 سال کا فاصلہ رہا۔

✽ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان 600 سال کا وقفہ ہوا ✓

✽ دوسری روایت اس سلسلہ میں یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان حضرت آدم علیہ

السلام کے 1200 سال بعد آیا اور ایک قول 1256 کا بھی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے 1142 سال بعد تشریف لائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام سے وفات ابراہیم علیہ السلام تک 1020 سال کا زمانہ گزرا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کے درمیان 565 سال کا عرصہ گزرا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان 569 سال کا زمانہ گزرا اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان 600 سال کا زمانہ گزرا۔

(تاریخ طبری ص: 634، 635)

سوال: مکہ معظمہ کے کتنے نام ہیں؟

جواب: علماء نے مکہ معظمہ کے بہت سے نام لکھے ہیں اور یہ ناموں کی کثرت اور زیادتی اس مقدس شہر کے مکرم و محترم اور معظم ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن کریم میں جو نام آئے ہیں ان میں چار نام مشہور ہیں (1) بکۃ (2) مکہ (3) اُمّ القریٰ اور (4) بلد امن۔ یہ چاروں نام قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں مختلف مقامات پر آئے ہیں۔ ان چار ناموں کے علاوہ بعض علماء نے سولہ اور بعض نے تیس تک نام لکھے ہیں۔

سوال: مکہ معظمہ کی چند اہم خصوصیات قلم بند کریں؟

جواب: مکہ معظمہ کی جو فضیلت اور خصوصیت ہے وہ دنیا کے کسی شہر کی نہیں اور اس کی بزرگی و عظمت خداداد ہے۔ اور دنیا کے بڑے سے بڑے اور ترقی یافتہ شہر کی اس کے مقابلہ میں کوئی اہمیت و وقعت نہیں (مکہ معظمہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینہ منورہ کا درجہ ہے ورنہ مکہ معظمہ کی جو خصوصیات ہیں وہ دنیا میں کسی بھی شہر کو حاصل نہیں) مکہ معظمہ کی بہت ساری خصوصیات میں سے چند خصوصیات یہ ہیں۔

❖ مکہ معظمہ اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے، جہاں مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی قوم نہیں رہتی۔ اس شہر میں کافر کا نام و نشان نہیں، حتیٰ کہ پورے حجاز میں مساجد کے علاوہ اور کسی قوم کی کوئی عبادت گاہ نہیں۔ اور حدودِ حرم میں کفار کا داخلہ ممنوع ہے۔

- ❖ مکہ معظمہ امن کا شہر ہے، حتیٰ کہ قیامت کے قریب جب دجال کا ظہور ہوگا اور ساری دنیا میں فساد پھیلاتا پھرے گا تو اس کے فتنے سے مکہ معظمہ محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اس کی حفاظت فرشتے کرتے ہیں اور جب دجال کا ظہور ہوگا تو فرشتے اس کو مکہ معظمہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔
- ❖ مکہ معظمہ ایسا مقدس شہر ہے، جس میں صفا و مروہ کی مقدس پہاڑیاں ہیں، جہاں اللہ کی برگزیدہ بندی حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں، اللہ تعالیٰ کو ان کا دوڑنا ایسا پسند آیا کہ اب حاجیوں کے لئے اور عمرہ کرنے والوں کے لئے سعی کے نام سے اس کو لازم قرار دیا گیا۔
- ❖ مکہ معظمہ میں ”جنت المعلیٰ“ نامی قبرستان ہے، جس میں اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم و طاہر، بے شمار صحابہ کرام، شہداء، اولیاء اللہ، صلحاء اور علماء آسودہ رحمت ہیں اور قیامت کے دن ستر ہزار انسان اس قبرستان سے ایسے اٹھائے جائیں گے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔
- ❖ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص مکہ معظمہ میں رمضان شریف کے روزے رکھے اور نماز تراویح پڑھے تو دوسری جگہ کے مقابلہ میں اس کو ایک لاکھ رمضان شریف کے روزوں کا ثواب عطاء ہوگا (یعنی ایک روزہ کا ثواب ایک لاکھ روزوں کے برابر عطاء ہوگا۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ)
- ❖ اسی شہر میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔
- ❖ اسی شہر میں آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔
- ❖ اسی شہر میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔
- ❖ اسی شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے 53 سال گزارے۔
- ❖ اور اسی شہر میں زمزم کا چشمہ جاری ہوا۔ اور علماء اس پر متفق ہیں کہ آپ زمزم دنیا کے تمام پانیوں سے افضل ہے اور یہ تمام پانیوں کا سردار ہے، سوائے اس پانی کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے بطور معجزہ نکلا تھا۔ (جیسے حدیبیہ اور غزوہ تبوک کے موقع پر ہوا)



استاذ کی توجہ پر

منحصر ہے طالب

علم کی توجہ.....

طالب علم کی نفسیات یہ ہوتی ہے، مزاج یہ ہوتا ہے کہ استاد کی توجہ کے لحاظ سے اس کی توجہ ہوتی ہے، دیکھتا یہ ہے کہ استاذ ہمارے بہت توجہ کر رہے ہیں، انہیں لگ رہا ہے کہ ہم کو کچھ حاصل ہو جائے، اور ہمیں کچھ آجائے تو پھر متوجہ ہو جاتا ہے، اور وہ دیکھے کہ وقت گزار کر رہے ہیں، ٹالنے والا کام کر رہے ہیں، تو اس کا جی نہیں لگتا، وہ بھی ہاں، ہاں کرتا رہتا ہے، اس کے دماغ میں کچھ اترتا ہی نہیں ہے، آپ کی توجہ پر منحصر ہے طالب علم کی توجہ، آپ جتنی فکر کریں گے طالب علم اسی لحاظ سے متوجہ ہوگا، آپ سے فائدہ اٹھائے گا۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
کی تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۲۲ مارچ ۲۰۱۷ء کو مدرسہ
الفلاح اندور کے اساتذہ و کارکنان
کے سامنے کی تھی۔)



راجہ حانی ریاض سے 990 کیلومیٹر اور فٹن کی بندرگاہ سے 240 کیلومیٹر کی دوری پر ہے۔

سوال: مدینہ میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہوا؟

جواب: حضرت ابویوب انصاریؓ کو۔ (ابویوب انصاریؓ کا نام خالہ ہے۔ اصحابہ فی احوال الصحابہ میں اسی نام سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہیں یہ بھی بیان ہے کہ مدینہ کا ہر آدمی متنبی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں قیام فرمائیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاقہ کو پھونڈ دو یہ مامور ہے۔ اونٹنی ابویوب انصاریؓ کے مکان پر ٹھہری۔ اس لئے وہاں قیام پذیر ہوئے۔ ابویوب انصاریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نانہیال بنو نجار کے خاندان سے تھے۔ صحیح مسلم باب الحجرت کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ابویوب انصاریؓ کے یہاں اترنا اسی قربت کی وجہ سے تھا۔ حاشیہ سیرت النبی ج: 1 ص: 279)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابویوب انصاریؓ کے مکان میں کتنے ماہ قیام فرمایا اور پھر کہاں منتقل ہوئے؟

جواب: سات ماہ تک یہیں قیام فرمایا اور پھر اپنے حجرہ میں منتقل ہو گئے جو امہات المؤمنین کے لئے بنائے گئے تھے۔ (سیرت النبی ج: 1 ص: 279۔ مولانا محمد میاں صاحب نے بحوالہ زاد المعاد ج: 1 ص: 25 ایک ماہ کی مدت بتائی ہے تاریخ الاسلام دوم ص: 34)

سوال: حضرت ابویوب انصاریؓ جس مکان میں رہتے تھے یہ کس نے کس کے لئے بنوایا تھا؟

جواب: حضرت ابویوب انصاریؓ جس مکان میں رہتے تھے یہ مکان شیخ (شاہ یمن) نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنوایا تھا۔

(سیرۃ المصطفیٰ بحوالہروض الانف ج: 1 ص: 24۔ روح البیان ج: 8 ص: 421)

سوال: ان صحابی کا نام بتائیے جنہوں نے سب سے پہلے مکہ سے مدینہ ہجرت کی؟

جواب: سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومیؓ ہیں۔

(الرحیق المختوم ص: 245)

اعتراض نہیں ہو سکتا کبھی میرے اس قول پر

النودٹی کہتے ہیں: جمہور کا اتفاق اس بات پر ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہے، مگر اس حصہ کے جہاں پر روضہ پاک ہے اور اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ مکہ اور مدینہ ہمارے جہاں سے افضل ہیں۔ کچھ لوگوں کا اس بات پر اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ، مگر اس اختلاف میں کعبہ شریف داخل نہیں۔ بلاشبہ کعبہ مشرف مدینہ کے باقی حصوں سے افضل ہے۔ اختلاف صرف ان دونوں کے آپس میں افضلیت پر ہے۔

صَفِّہٴ نبوی کا قیام

سوال: اسلامی تعلیمات کیلئے مسجد نبوی کے برابر میں صفۂ نبوی کب قائم ہوا؟

جواب: تحويل قبلہ کے بعد 2 میں۔

سوال: تحویل قبلہ کب ہوئی اور پہلے کس طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی؟

جواب: شعبان 2 ہجری میں تحویل قبلہ کا حکم آیا۔ پہلے بیت المقدس کی طرف نماز میں رخ کیا جاتا تھا۔ (جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے اس وقت تک بھی قبلہ بیت المقدس تھا مگر طریقہ یہ تھا کہ رخ اس طرح رہے کہ بیت اللہ بھی سامنے رہے۔ مکہ میں یہ طریقہ ممکن تھا۔ مدینہ میں آکر یہ صورت نہ ہو سکی کہ دونوں قبلوں کو جمع فرما سکیں اسلئے بحکم النبی سولہ یا سترہ ماہ تک صرف بیت المقدس ہی کی طرف رخ رہا۔ سیرۃ المصطفیٰ ج: 1 ص: 462)

غزوات وسرايا

سوال: غزوہ اور سریہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: ہر وہ فوجی مہم جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود رہے ہوں اس کا نام غزوہ ہے

اور وہ فوجی مہم جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف نہ لے گئے ہوں، اسے سر یہ کہتے ہیں۔

حَتَّىٰ يَعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدِهِمْ صَٰغِرُونَ“ نازل ہوئی۔ (سورہ توبہ۔ آیت 29) (7) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم کا انتقال ہوا۔ (اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور حضرت عثمانؓ سے فرمایا اگر میرے یہاں تیسری لڑکی ہوتی تو اس کی شادی بھی تم سے کر دیتا۔ الرقیق المختوم ص 682) (8) غامدیہ عورت کو رجم کیا گیا۔ (اس نے خود ہی خدمت نبوی میں آکر بدکاری کا اقرار کیا تھا اس وقت حمل کی وجہ سے رجم نہیں کیا گیا۔ بچہ کی پیدائش کے بعد جب دودھ چھڑا یا تب رجم کیا گیا۔ الرقیق المختوم ص 682)

10ھ کے اہم واقعات

سوال: 10 میں پیش آنے والے اہم واقعات کیا ہیں؟

جواب: (1) یمن کے حاکم حضرت باذان نے وفات پائی۔

(مدارج النبوة قسط: 10 ص: 81)

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی۔ (3) حضرت جبرئیل علیہ السلام بصورت بشر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

مرض وفات

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا آغاز کس تاریخ اور کس دن ہوا؟

جواب: 29/ صفر بروز دو شنبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقین الغرقہ سے تشریف لارہے تھے کہ درود
مرشروع ہوا اور بڑھتا چلا گیا۔

(رحمۃ للعالمین ج: 1 ص: 246 الر ح ق الم خ ت و م ص: 726 میں اس تاریخ اور اس دن کی تعیین کی ہے لیکن اگر وقت نظری سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ 29 صفر کو دو شنبہ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ بالاتفاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دو شنبہ کو ہوئی اور وفات کے سلسلے میں تین

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی لڑکی کا نام بتائیے؟

جواب: حضرت زینبؓ۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی لڑکی کا نام بتائیے؟

جواب: حضرت فاطمہؑ

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی صاحبزادیاں تھیں؟

سوال: حضور سید اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے کون سی تھیں؟

جواب: (1) حضرت فاطمہؓ (2) حضرت ام کلثومؓ (3) حضرت زینبؓ (4) حضرت رقیہؓ۔

نواسے ونواسیاں

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے نواسے تھے؟

سوال: حضور ﷺ سے روایت ہے۔

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی نواسیاں تھیں؟

جواب: (1) حضرت امامہ بنت ابوالعاصؓ۔ (2) حضرت ام کلثومؓ بنت حضرت علیؓ۔

(3) حضرت زینب بنت حضرت علیؑ۔ (4) حضرت رقیہ بنت حضرت علیؑ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا نکاح

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیوں کا نکاح کس کس سے ہوا؟

جواب: (1) حضرت زینبؓ کا ابو العاص بن ربیعؓ ہے۔ (2) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا

حضرت علیؑ ہے۔ (3) حضرت رقیہؑ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کا حضرت عثمانؓ سے ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عبرانی نام

سوال: کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عبرانی نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کی لمبائی چار ہاتھ ایک بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ ایک

بالتسبیح - رسول اللہ علیہ وسلم کے عمامہ باندھنے کا کیا طریقہ تھا؟

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ باندھنے کا طریقہ یہ تھا کہ کبھی اس کے شملہ کو دونوں
 جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ باندھتے تھے اور کبھی بغیر شملہ کے عمامہ باندھتے تھے اور عمامہ کے نیچے
 کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے اور کبھی بھٹاڑتے تھے۔ (نشر الطیب ص: 192)
 کبھی ٹوپی اوڑھتے اور کبھی نہ اوڑھتے تھے۔

سوال: قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس کس رنگ کا ہوگا؟

سوال: قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرا رب مجھ کو سبز رنگ کا لباس پہنائے گا۔ (تاریخ دمشق ج: 2 ص: 111)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سب سے پہلے کونسا کلام نکلا؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سب سے پہلے نکلنے والا کلام یہ ہے "اللہ اکبر کثیراً والحمد للہ کثیراً وَصُبْحَانَ اللہ بُکْرَةً وَآصِيلاً"۔

وال: اُحد کی لڑائی میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے ان سے جو خون نکلا تھا وہ کہاں گیا تھا؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک سے جو خون نکلا تھا وہ حضرت مالک ابن سنانؓ نے پی لیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے کہ جس کے خون میں میرا خون مل گیا ہو وہ مالک بن سنانؓ کو دیکھ لے۔

سوال: وہ کون سے انبیاء ہیں جن کے دو نام رکھے گئے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ کے سوا کسی نبی کے دو نام نہیں رکھے گئے۔
(الانسان ج: 2 ص: 349)

وال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس سواری پر سوار ہو کر معراج میں تشریف لے گئے تھے اس کا رنگ کیسا تھا اور قد کتنا تھا؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ کے براق پر سوار ہو کر معراج میں گئے جو گدھے سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ (مسلم شریف ج: 1 ص: 91)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب براق پر سوار ہونے لگے تو رکاب و لگام کس نے تھامی تھی؟

جواب: حضرت جبریلؑ نے رکاب اور میکائیلؑ نے لگام تھامی تھی۔ (نشر الطیب ص: 37)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کس نے، کب اور کس کھانے میں ملا کر دیا تھا اور اس کے کتنے سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی؟

جواب: سلام بن مشکم کی عورت زینب بنت الحارث نے ایک بکری کے گوشت میں زہر ملا کر غزوہ بخیر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے گوشت منہ میں لیا مگر معلوم ہو گیا، بعض روایات میں ہے کہ گوشت نے کھد یا کہ زہر ملا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تھوک دیا اس واقعہ کے تین سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ (اصح السیر ص: 202)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی کے کتنے پال سفید ہو گئے تھے؟

جواب: اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں (1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارکہ اور سر مبارک کے کل 17 بال سفید ہوئے تھے (2) 20 بالوں اور (3) 27 بالوں کے سفید ہونے کا ہے۔

(روح البیان ج: 8 ص: 208)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جس بد بخت نے تلوار اٹھا کر کہا تھا کہ یا محمد! بتلا اب مجھ سے تجھ کو کون بچائے گا۔ اس کا نام کیا تھا؟

جواب: اس بد بخت کا نام غورث بن الحارث تھا۔ (نسیم الریاض للحنفاجی ج: 2 ص: 135)

سوال: جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی دنیا کی کن کن عورتوں سے ہوگی؟

جواب: جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی دنیا کی تین عورتوں سے ہوگی (1) حضرت

مبارکہ میں دیکھے۔ پس اگر کسی نے مختلف حلیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو یہ حدیث ہالاکا
مصدق نہیں، اور بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہ کسی شکل و صورت
اور حلیہ میں دیکھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل
حلیہ مبارکہ سے مختلف شکل میں دیکھنا خواب دیکھنے والے کے نقص کی علامت ہے۔

حافظ ابن ابی جرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی صورت میں دیکھنا، دیکھنے والے کے دین کے اچھے ہونے کی علامت ہے، اور عیب یا نقص کی حالت میں دیکھنا، دیکھنے والے کے دین میں خلل کی علامت ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال شفاف آئینہ کی سی ہے، کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آئے اس کا عکس اس میں آ جاتا ہے۔ آئینہ بذات خود کیسا ہی حسین و ہاکمال ہو (مگر بھدی چیز اس میں بھدی ہی نظر آئے گی) اور خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریفہ کا بڑا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ اس سے خواب دیکھنے والے کی حالت پہچانی جاتی ہے۔

سوال: حجتہ الوداع کا واقعہ کب پیش آیا؟

جواب: حجتہ الوداع کا واقعہ ۱۰ھ میں پیش آیا، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے، ۲۵ رزی قعدہ ۲۲ فروری ۶۳۲ء بروز شنبہ بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ ۴ رزی الحجہ ۳ مارچ ۶۳۲ء اتوار کے دن مکہ معظمہ پہنچے، ایک لاکھ سے زائد مسلمان آپ کے ساتھ تھے۔

سوال: حضرت اسامہ بن ^{رضی}ؓ کی زیر قیادت شام کی طرف ایک لشکر کب روانہ کیا گیا؟

جواب: اے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت شام کی طرف پیش قدمی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا گیا، ابھی وہ پہلی ہی منزل میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ودقات ہو گئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے شاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارادہ کی تکمیل فرمائی، اس لشکر کے کوچ نے فوری فائدہ یہ پہنچایا کہ بہت سے سرکش قبیلے مرعوب ہو گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب سے پہلے
نبی کون تھے؟



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



ماں کے دل میں ایسی محبت کس نے رکھی.....؟

اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں ایسی محبت رکھی کہ وہ بچے کے لئے اپنے آپ کو نثار کر دیتی ہے، قربان کر دیتی ہے، یہ کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس میں اس محبت کو رکھا ہے، فرماتا ہے، ہم نے محبت رکھی ہے، تاکہ نظام چل سکے۔ اگر ماں کے دل میں یہ محبت نہ ہوتی تو کون عورت تھی، جو کسی کے بچے کے لئے یہ قربانی دیتی؟ کہاں سے یہ محبت آئی، یہ اللہ نے رکھی، اللہ نے سارے انتظامات کئے، ساری سہولتیں انسان کو دیں۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۱۶ دسمبر ۲۰۰۱ء کو دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی میں عید الفطر کے موقع پر کی تھی۔)



سب سے پہلے نبی کون تھے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پچیس انبیاء کرام علیہم السلام کا نام کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت پر یقین و اعتقاد لازم ہے یعنی کہ ایک مسلمان کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ قرآن کریم میں مذکور ان انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی نبوت کے بارے میں لاعلم ہو اور قرآن کریم میں مذکور انبیاء کرام علیہم السلام کے نام یہ ہیں:-

- (۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت ادریس علیہ السلام (۳) حضرت نوح علیہ السلام
- (۴) حضرت ہود علیہ السلام (۵) حضرت صالح علیہ السلام (۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام
- (۷) حضرت لوط علیہ السلام (۸) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۹) حضرت احاق علیہ السلام
- (۱۰) حضرت یعقوب علیہ السلام (۱۱) حضرت یوسف علیہ السلام (۱۲) حضرت شعیب علیہ السلام
- (۱۳) حضرت ایوب علیہ السلام (۱۴) حضرت ذوالکفل علیہ السلام (۱۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام
- (۱۶) حضرت ہارون علیہ السلام (۱۷) حضرت داؤد علیہ السلام (۱۸) حضرت سلیمان علیہ السلام
- (۱۹) حضرت الیاس علیہ السلام (۲۰) حضرت ایسح علیہ السلام (۲۱) حضرت یونس علیہ السلام
- (۲۲) حضرت زکریا علیہ السلام (۲۳) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۲۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام
- (۲۵) حضرت **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن کریم کی رو سے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی تھے اور سنت نبوی میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدم علیہ السلام“

حضرت ابوذرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وہ نبی تھے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں وہ نبی مکلم تھے“ (یعنی جن کو اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت آدم علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



اقتصادی اور مادی تقاضوں کی فکر کے ساتھ شریعت کی حفاظت کی فکر بھی ضروری.....

مسلمانوں کا اسلامی تشخص اور ان کی اسلامی شریعت پر عمل یہ ان کی ایسی ضرورت ہے کہ اگر اس میں رکاوٹ پڑتی ہے، تو مسلمانوں کا بحیثیت مسلمان وجود باقی نہ رہ سکے گا، اور مسلمانوں کے لئے مسلمان کا عنوان ایک لفظ غلط بن کر رہ جائے گا، اس لئے ہم جس طرح اپنی اقتصادی ضرورتوں اور اپنے مادی تقاضوں کی فکر کرتے ہیں، ہم کو اپنی شریعت کی حفاظت اور اس پر عمل کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی فکر کا فریضہ بھی انجام دینا ضروری ہے۔ اس کے لئے بورڈ کی طرف سے جو جدوجہد ہو رہی ہے، ہم کو اس کے ساتھ پورا تعاون کرنا ہوگا۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے خطبہ اقتصادی سے ایک اقتباس جو ۲۱ جون ۲۰۰۲ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سولہویں اجلاس کے موقع پر حیدرآباد میں پڑھا گیا۔)

تہ وبالا کر کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ (البدلیۃ والنتہایۃ ج: 1 ص: 71)

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جن چار چیزوں میں شرف بخشا وہ کون کون سی ہیں؟

جواب: وہ چار چیزیں یہ ہیں (1) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا (2) حضرت آدمؑ میں اپنی روح پھونکی (3) فرشتوں کو حکم فرمایا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو (4) حضرت آدمؑ کو جملہ اشیاء کے ناموں کی تفصیل سے مطلع فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ج: 1 ص: 72)

سوال: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا پتلہ بنا دیا تو پتلہ خاک کتنے سال تک رہا یعنی اس پتلہ آدمؑ میں کتنے سال بعد روح ڈالی گئی؟

جواب: 40 سال تک یہ پتلہ جسد خاک رہا، ملائکہ جب اس پتلہ کے پاس سے گذرتے تھے تو ڈرتے تھے اور ان میں سب سے زیادہ ابلیس گھبراتا تھا۔ (چونکہ یہ پتلہ خاک اندر سے کھوکھلا تھا اور یہ اتنا سوکھ گیا تھا کہ جب اس میں چٹکی مارتے تو خوب گونج دار آواز پیدا ہوتی تھی)۔

(البدلیۃ والنہیۃ ج: 1 ص: 86)

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو مٹی سے کیسے پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا، اور ان کا خمیر تیار ہونے سے قبل ہی اس نے فرشتوں کو یہ اطلاع دی کہ عنقریب وہ مٹی سے ایک مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے جو بشر کہلائے گی، اور زمین میں ہماری خلافت کا شرف حاصل کرے گی۔ آدم کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا اور ایسی مٹی سے گوندھا گیا جو نئی تبدیلی قبول کر لینے والی تھی، جب یہ مٹی پختہ ٹھکری کی طرح آواز دینے اور کھٹکھٹانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسدِ خاکی میں روح پھونکی اور وہ یک بیک گوشت پوست، ہڈی، پٹھے کا زندہ انسان بن گیا اور ارادہ، شعور، حس، عقل اور وجدانی جذبات و کیفیات کا حامل نظر آنے لگا۔

سوال: حضرت آدمؑ کی یوم پیدائش کیا ہے؟

جواب: صحیح مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ سورج طلوع ہونے والے دنوں میں سب سے بہتر

دن جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔

(حیاتِ آدم ماخوذ از مسند احمد وابن کثیر ج: 1 ص: 127)

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسی دن حضرت آدم کی وفات ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ج: 1 ص: 8 بحوالہ حیاتِ آدم)

سوال: حضرت آدم کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟

جواب: یہ بات واضح ہے کہ حضرت آدم کا وجود گرامی ماقبل تاریخ کا واقعہ ہے۔ اس لئے تاریخ کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ تحقیق جدید کی بنیاد پر قیاس و تخمین سے کام لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ طبقات الارض کے ماہرین نے اپنے علم و انداز سے چند ایک قیاس قائم کئے ہیں۔ ان پر نہ کوئی قطعی رائے قائم کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی قابل لحاظ ترجیح دی جاسکتی ہے۔ علامہ سبکی نے یوم جمعہ تخلیقِ آدم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیثِ مسلم بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ **بْنِیہ خُلِقَی آدَمُ (الحدیث)** جمعہ کے دن آدم پیدا کئے گئے۔

البتہ اس بارے میں کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے کتنے عرصے بعد حضرت آدم کی تخلیق ہوئی؟ قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ بالکل ساکت ہیں۔ اور صحیح فیصلہ یہی ہے کہ جس بات کو اللہ و رسول نے مخفی رکھا ہے اس کے ہم بھی ورپے نہ ہوں۔ یہی علم و دانش اور دین و دیانت کا تقاضہ بھی ہے۔

سوال: حضرت حواء کی پیدائش کس طرح ہوئی؟

جواب: قرآن عزیز میں اس کے متعلق صرف اسی قدر مذکور ہے: **”وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا“** (اور اس (نفس) سے اس جوڑے کو پیدا کیا) یہ تعلیم قرآنی حواء کی پیدائش کی حقیقت کی تفصیل نہیں بتاتی، اس لئے دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔

اول یہ کہ حواء حضرت آدم کی پہلی سے پیدا ہوئی ہوں جیسا کہ مشہور ہے اور بائبل میں بھی اسی طرح مذکور ہے، کہا جاتا ہے کہ آدم جنت میں سو رہے تھے۔ بیدار ہوئے تو پہلو میں حواء کو بیٹھا

دیکھا، فطرت خود بخود مائل ہو گئی اور دونوں میں انس پیدا ہو گیا۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو اس طرح پیدا کیا کہ مرد کے ساتھ اسی کی جنس سے ایک دوسری مخلوق بھی بنائی جس کو عورت کہا جاتا ہے اور جو مرد کی رفیقہ حیات بنتی ہے۔ ایک تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حواء کو جنسِ آدم سے پیدا کیا گیا یعنی اُس بقیہ مٹی سے جس کے ذریعہ حضرت آدم کا جسم بنایا گیا۔ واللہ اعلم۔

سوال: آدم و حواء عربی نام ہیں یا عجمی؟ اور یہ نام کسی مناسبت سے رکھے گئے ہیں یا صرف نام ہی کی حیثیت میں ہیں؟

جواب: آدم اور حواء کا لفظ دراصل اُس لغت سے متعلق ہے جو دنیا کی معدوم لغات میں شمار کی جاتی ہیں۔ اس لئے اس کے حقیقی لغوی معنی متعین کرنا دشوار ہے۔ تاہم پہلے سوال کے متعلق مشہور محدث حافظ ابن حجر مکیؒ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ ”سریانی“ نام ہے اور بائبل میں الف کے مد اور دال کے طول کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یعنی آدم اور علامہ جوہریؒ اور جوالیقیؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ عربی نام ہیں اور دوسرے سوال کے متعلق ثعلبی کا قول ہے کہ عبرانی زبان میں آدم مٹی کو کہتے ہیں چونکہ ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی، اس لئے آدم یا آدم نام رکھا گیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ آدمیت سے ماخوذ ہے۔ اس لئے کہ وہ ”ادیم الارض“ یعنی صفحہ زمین سے پیدا کئے گئے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ آدمیت بمعنی خلطت سے ماخوذ ہے اور چونکہ ان کا خمیر پانی اور مٹی کو ملا کر اور خلط ملط کر کے بنایا گیا ہے اس لئے اس مناسبت سے ان کو آدم کہا گیا۔

اسی طرح حواء اس لئے نام پڑا کہ وہ ہر "انسانِ حسی" (زندہ انسان) کی ماں ہیں اور مبالغہ کا صیغہ بنا کر ان کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج: 6 کتاب حدیث الانبیاء)

دینی اور حلال و حرام کے احکام دیتا رہا ہے اور ان احکام کے لئے آدمؑ کے پاس کسی کو نبی و رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ براہ راست انہیں سے خطاب فرمایا گیا، پس جبکہ نبوت کی حقیقت بھی یہی ہے تو حضرت آدمؑ کی نبوت کا انکار قطعاً باطل اور بے معنی ہے، نیز ان کے رسول ہونے نہ ہونے کی بحث بھی کچھ زیادہ اہم نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ پہلے انسان ہیں تو انسانی آبادی کے لئے خدا کی وحی کے ذریعہ جو پیغامات بھی انہوں نے سنائے وہی ان کی شریعت سمجھی جائے گی اور اس لئے وہ رسول بھی ہیں، بہر حال ان کی نبوت پر یقین رکھنے اور قلب میں اطمینان پیدا کرنے کے لئے نظم قرآنی کی وہ تمام آیات کافی و شافی دلیل ہیں جو حضرت آدمؑ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان براہ راست گفتگو اور مکالمات و مخاطبت کی شکل میں نظر آتی ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے ”میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کیا آدمؑ نبی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں وہ نبی تھے اور رسول بھی، انھیں اللہ رب العالمین سے شرف و مخاطب و تکلم حاصل ہوا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ آدَمَ أَنْبِيَاً كَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِيًّا رَسُولًا يُكَلِّمُ اللَّهُ مِنْهُ۔

(تفسیر ابن کثیر ج: 1 ص: 34 قدیم)

سوال: قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ کس نبی کا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ ابوالبشر حضرت آدمؑ کا ہے۔

سوال: حضرت آدمؑ کو ابوالبشر کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: حضرت آدمؑ روئے زمین کے پہلے بشر ہیں اس لئے انھیں ابوالبشر کہا جاتا ہے۔ البتہ طبقات الارض کے بعض ماہرین نے ثابت کیا ہے کہ موجودہ انسانی دنیا سے پہلے بھی اس زمین پر ایک انسان جیسی مخلوق کا وجود رہا ہے جس کا زمانہ حضرت آدمؑ سے تیس ہزار سال پہلے کا ہے۔ اس مخلوق کا نام ”تیاندر تال“ بتایا جاتا ہے۔ جو چھ کروڑ نفوس پر مشتمل تھی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پوری آبادی کسی جرم کی پاداش میں ہلاک و ضائع کر دی گئی۔ اس تحقیق کی بنیاد آثار قدیمہ کی

اللہ تعالیٰ کی محبت اور مخلوق کی

محبت کا موازنہ

- ◆ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی نعمت ہے۔ اس سے دل میں ایک نور آتا ہے جب کے مخلوق کی محبت سے دل میں ظلمت آتی ہے۔
- ◆ اللہ کی محبت سے دلوں میں تازگی آتی ہے، چہروں پہ تازگی آتی ہے اور مخلوق کی محبت سے چہروں پہ ویرانی آتی ہے۔ دیکھا کریں جو مخلوق کی محبت میں پھنس جاتے ہیں ان کے چہروں پہ بالکل خزاں نظر آتی ہے۔ اجڑے چہرے، بے آباد چہرے۔
- ◆ اللہ کی محبت سے چہروں پہ سکون نظر آتا ہے اور مخلوق کی محبت کی وجہ سے چہروں پہ بے سکونی نظر آتی ہے۔
- ◆ اللہ کی محبت کی وجہ سے انسان کو نیک نامی ملتی ہے اور مخلوق کی محبت سے انسان کو بدنامی ملتی ہے۔
- ◆ جو اللہ کی محبت میں ڈوب کے نکلے گا اس کے پاؤں پہ لوگ اپنی پکڑیاں رکھیں گے۔ اور جو مخلوق کی محبت میں ڈوب کے نکلے گا اس کے سر پہ لوگ اپنے جوتے ماریں گے۔ تو اللہ کی محبت کا انجام ہمیشہ اچھا اور مخلوق کی محبت کا انجام ہمیشہ برا۔

(الصفات: حضرت سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہما ص ۹۲)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت ادریس علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



عام طور پر لوگ ادب کو ایک معمولی چیز

سمجھتے ہیں.....

عام طور پر لوگ ادب کو ایک معمولی چیز اور تفریح طبع کا سامان سمجھتے ہیں، اس کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اس کو حاصل ہے، ادب نے تاریخ پر بڑا اثر ڈالا ہے، اور بعض وقت اس کے اثر سے انقلاب آئے ہیں، ادب اپنا اثر بہت خاموشی کے ساتھ ڈالتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ معاشرہ کے اخلاق اور طور و طریق کی تشکیل میں ادب کا نمایاں حصہ ہوتا ہے، اور بار بار ایسا ہوا ہے، یہ کوئی وقتی بات نہیں، بلکہ دانش ور اور اہل قلم جو تحریر کرتے ہیں، وہ اپنے اپنے زمانہ میں ان تحریروں کے ذریعہ اپنے معاشرہ کی تشکیل کرتے رہتے ہیں، حالات کی مطابقت سے تحریریں دنیا میں آتی ہیں، پھر حالات میں ان کے اثر سے تبدیلی آتی ہے۔ پھر دوسری تحریریں آتی ہیں، ہر ایک کا ایک دور ہوتا ہے۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے رابطہ ادب اسلامی کے اٹھارویں سیمینار منعقدہ ۹/۱۰/۱۴۲۳ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں کی تھی۔)



- جواب:** ○ سب سے پہلے قلم سے حضرت ادریسؑ نے لکھا۔ (صادی ص: 41)
- سب سے پہلے علم نجوم کو جاننے والے حضرت ادریسؑ ہیں۔ (جلالین ص: 503)
- تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت ادریسؑ کپڑا سینے والے (درزی، ٹیلر) تھے اور ادریسؑ نے سب سے پہلے سلا ہوا کپڑا پہنا اس سے پہلے لوگ کھال پہنتے تھے۔ (تفسیر خازن ص: 238)
- سب سے پہلے ہتھیار بنا کر دشمنوں سے حضرت ادریسؑ لڑے۔ (خازن ص: 238)
- سب سے پہلے روئی کا کپڑا حضرت ادریسؑ نے پہنا۔ (محاضرہ ص: 27 بحوالہ بغیۃ الظمان)
- سب سے پہلے اولاد آدمؑ میں نبوت حضرت ادریسؑ کو ملی۔

(محاضرہ ص: 23 بحوالہ بغیۃ الظمان)

سوال: حضرت ادریسؑ کا مولد و منشاء (جائے ولادت و پرورش) کہاں ہے؟ اور انہوں نے نبوت سے پہلے کس سے علم حاصل کیا؟ اور فلاسفہ کے اقوال ان مسائل میں کیا ہیں؟

جواب: ایک فرقہ کی رائے ہے کہ ان کا نام ہرمس الہرامسہ ہے اور مصر کے قریہ مصف میں پیدا ہوئے، یونانی ہرمس کو ارمیس کہتے ہیں، ارمیس کے معنی عطارد ہیں۔ اور دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ان کا نام یونانی میں طرمیس، عبرانی میں خنوخ اور عربی میں اخنوخ ہے، اور قرآن عزیز میں ان کو اللہ تعالیٰ نے ادریس کہا ہے، یہی جماعت کہتی ہے کہ ان کے استاد کا نام غوثا ذیمون یا اغوثا ذیمون (مصری) ہے، وہ غوثا ذیمون کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتاتے کہ وہ یونان یا مصر کے انبیاء میں سے ایک نبی ہیں، اور یہ جماعت ان کو ادرین دوم اور حضرت ادریسؑ کو ادرین سوم کا لقب دیتی ہے اور اغوثا ذیمون کے معنی ”سعد اور بہت نیک بخت“ ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہرمس نے مصر سے نکل کر اقطار عالم کی سیر کی اور تمام دنیا کو چھان ڈالا اور جب مصر واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو 82 سال کی عمر میں اپنی جانب اٹھالیا۔ ایک تیسری جماعت یہ کہتی ہے کہ ادریس بائبل میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی، اور اوائل عمر میں انہوں نے حضرت شیث بن آدمؑ سے علم حاصل کیا، علم کلام کے مشہور عالم علامہ شہرستانی کہتے ہیں کہ

انگوٹھا ذیمون حضرت شیث ہی کا نام ہے۔ بہر حال جب حضرت ادریسؑ سن شعور کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت سے سرفراز فرمایا، تب انہوں نے شریر اور مفسدوں کو راہ ہدایت کی تبلیغ شروع کی مگر مفسدوں نے انکی ایک نہ سنی اور حضرت آدمؑ و شیثؑ کی شریعت کے مخالف ہی رہے البتہ ایک چھوٹی سی جماعت ضرور مشرف باسلام ہو گئی۔ حضرت ادریسؑ نے جب یہ رنگ دیکھا تو وہاں سے ہجرت کا ارادہ کیا اور اپنے پیروؤں کو بھی ہجرت کی تلقین فرمائی، پیروان ادریسؑ نے جب یہ سنا تو ان کو ترک وطن بہت شاق گزرا اور کہنے لگے کہ بابل جیسا وطن ہم کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے (بابل کے معنی نہر کے ہیں اور چونکہ بابل دجلہ و فرات کی نہروں سے سرسبز و شاداب تھا اس لئے اس نام سے موسوم ہوا، یہ عراق کا مشہور شہر تھا جو فنا ہو گیا)

حضرت ادریسؑ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم یہ تکلیف اللہ کی راہ میں اٹھاتے ہو تو اس کی رحمت وسیع ہے وہ اس کا نعم البدل ضرور عطا کرے گا، پس ہمت نہ ہارو اور خدا کے حکم کے سامنے سر نیاز جھکا دو۔

مسلمانوں کی رضامندی کے بعد حضرت ادریسؑ اور ان کی جماعت مصر کی جانب ہجرت کر گئی۔ جماعت نے جب نیل کی روانی اور اس کی سرزمین کی شادابی دیکھی تو بہت خوش ہوئی اور حضرت ادریسؑ نے یہ دیکھ کر اپنی جماعت سے فرمایا، بابلیون (تمہارے بابل کی طرح شاداب مقام) اور ایک بہترین جگہ منتخب کر کے نیل کے کنارے بس گئے حضرت ادریسؑ کے اس جملہ ”بابلیون“ نے ایسی شہرت پائی کہ عرب کے علاوہ قدیم اقوام اس سرزمین کو بابلیون ہی کہنے لگیں، البتہ عرب نے اس کا نام مصر بتایا اور اس کی وجہ تسمیہ یہ سنائی کہ طوفان نوحؑ کے بعد یہ مصر بن حام کی نسل کا مسکن و موطن بنا ہے۔ حضرت ادریسؑ اور ان کی پیرو جماعت نے جب مصر میں سکونت اختیار کر لی تو یہاں بھی انہوں نے پیغام الہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دینا شروع کر دیا، کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بہتر (۷۲) زبانیں بولی جاتی تھیں اور خدائے تعالیٰ کی عطا و بخشش سے یہ وقت کی تمام زبانوں کے زبان داں تھے، اور ہر ایک

جماعت کو اسی کی زبان میں تبلیغ فرمایا کرتے تھے، حضرت ادریس نے دین الہی کے پیغام کے علاوہ سیاست مدن، شہری زندگی اور بود و ماند کے مستند طریقوں کی بھی تعلیم و تلقین کی اور اس کے لئے انہوں نے ہر ایک فرقہ و جماعت سے طلباء جمع کئے اور ان کو مدنی سیاست اور اس کے اصول و قواعد سکھائے جب یہ طلبہ کامل و ماہر بن کر اپنے قبائل کی طرف لوٹے تو انہوں نے شہر اور بستیاں آباد کیں جن کو مدنی اصول پر بسایا، ان شہروں کی تعداد کم و بیش دو صد کے قریب تھی، جن میں سب سے چھوٹا شہر ”رہا“ تھا۔ (یہ شہر ہاضغہ عالم سے مٹ گیا مگر اس کے کھنڈرات باقی ہیں) حضرت ادریس نے ان طلبہ کو دوسرے علوم کی بھی تعلیم دی جس میں علم حکمت اور علم نجوم جیسے علوم بھی شامل ہیں۔

سوال: کیا حضرت ادریس وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے علم حکمت و نجوم کی ابتدا کی؟

جواب: جی ہاں! حضرت ادریس وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے علم حکمت و نجوم کی ابتدا کی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو افلاک اور ان کی ترکیب، کواکب اور ان کے اجتماع و افتراق کے نقاط اور ان کے باہم کشش کے رموز و اسرار کی تعلیم دی اور ان کو علم عدد و حساب کا عالم بنایا، اور اگر اس غیر خدا کے ذریعہ ان علوم کا اکتشاف نہ ہوتا تو انسانی طبائع کی وہاں تک رسائی مشکل تھی، انہوں نے مختلف گروہوں اور امتوں کے لئے اُن کے مناسب حال قوانین و قواعد مقرر فرمائے اور اقطار عالم کو چار حصوں میں منقسم کر کے ہر ربع کے لئے ایک حاکم مقرر کیا جو اس حصہ زمین کی سیاست و ملوکیت کا ذمہ دار قرار پایا، اور ان چاروں کے لئے ضروری قرار دیا کہ تمام قوانین سے مقدم شریعت کا وہ قانون رہے گا جس کی تعلیم وحی الہی کے ذریعے میں نے تم کو دی ہے، اس سلسلہ کے سب سے پہلے چار بادشاہوں کے نام حسب ذیل ہیں:

○ ایلاؤس (بمعنی رحیم) ○ زؤس ○ اسقلیؤس ○ زؤس امون یا ایلاؤس امون یا بیلؤس

سوال: حضرت ادریس کا حلیہ کیا ہے؟

جواب: حضرت ادریس کا حلیہ یہ ہے، گندم گوں رنگ، پورا قد و قامت، سر پر بال کم، خوبصورت



محبت کئے بغیر کوئی رہ نہیں سکتا

پھر سے ہو خدا سے ہو یا پھر کسی سے ہو

آتا نہیں ہے جین محبت کئے بغیر

بس فرق اتنا ہے کہ خالق کی محبت ہوگی تو دل میں نور ہوگا اور مخلوق کی

شیطانی، نفسانی، شہوانی محبت ہوگی تو دل میں ظلمت ہوگی۔ محبت اگر اللہ سے ہے تو

حلال ہے اور اگر نفسانی ہے تو پھر حرام ہے۔ تو جب دل لگانا ہی ہے تو بندے کو چاہئے

کہ اللہ رب العزت سے خوب پیار کرے، کیونکہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرة: ۱۶۵)

(ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے)

اللہ کی محبت کہاں سے ملتی ہے.....؟

اگر کوئی بندہ کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت مجھے کیسے مل سکتی ہے۔ تو اسے

بتائیں کہ کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، اور برف ملتی ہے، برف والوں سے، او

رودھ ملتا ہے دودھ والوں سے۔ اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ اللہ والوں کی محبت

میں بیٹھو گے اللہ کی محبت ملے گی۔

(از اقاوات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رامت برکاتہم۔ اصول حدیث ص: ۹۱-۹۲)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت نوح علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



اللہ کی مرضی کے مطابق کام کرنا یہ بڑی توفیق کی بات ہے.....

وہ کام جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہوتا ہے، اس کام کو کرنے میں برکت بھی ہوتی ہے۔ کوئی بھی کرے، اگر کام ایسا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو، اللہ کی رضا کا ہو تو اس میں ترقی ہوتی ہے۔ جلدی اور زیادہ بار آور ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کام کے جس میں اللہ کی مرضی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پہچاننا اور اس کی مرضی کے مطابق کام کرنا یہ بڑی توفیق کی بات ہے۔ اس کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے، یہ انسان کا خود اپنے اختیار کا کام نہیں ہوتا۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارتی تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۲۴/۲۵ مارچ ۲۰۰۴ء کو قلندر پور، مظفر پور، اعظم گڑھ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام نامی سے ایک عظیم سیمینار میں کی تھی۔)



جواب: اللہ نے حضرت جبریلؑ کو بھیجا جنہوں نے نوحؑ کو کشتی بنانی سکھائی اور یہ کشتی دوسال

میں بنائی گئی تھی۔ (صاوی ص: 116 ج: 3)

سوال: حضرت نوحؑ کی کشتی کی لمبائی چوڑائی اور اونچائی کتنی تھی اور وہ کتنی منزلوں پر مشتمل تھی؟

جواب: اس کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ، چوڑائی پچاس ہاتھ، اور اونچائی تیس ہاتھ، اور اس کشتی میں

تین منزلیں تھیں، سب سے نیچے کی منزل میں درندے کیڑے مکوڑے دوسری (درمیانی) میں

چوپائے یعنی گائے بیل بھینس وغیرہ اور سب سے اوپر کی منزل میں انسان تھے۔ (جمل حاویہ

جلالین) اور بعض نے اسکی لمبائی تیس ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ بیان کی

ہے اور یہ ہاتھ موٹھے تک شمار کیا ہے۔ (صاوی ص: 116 ج: 3)

سوال: اس کشتی میں کتنے آدمی تھے؟

جواب: لوگوں کی تعداد بعض نے 80 جس میں آدھے مرد اور آدھی عورتیں اور بعض نے 70 مرد

اور عورتیں بیان کئے ہیں (صاوی ص: 116 ج: 3) اور بعض نے 9 کہا ہے تین تو ان کی اولاد

میں سے یعنی حام، سام، یافث، اور چھ ان کے علاوہ۔ اور بعض نے 9 تعداد اولاد نوح کے علاوہ

بتلائی ہے۔ (صاوی ص: 233)

سوال: حضرت نوحؑ کو نئے مہینے میں کشتی میں سوار ہوئے تھے اور کشتی کو نئے دن جا کر ٹھہری اور

کتنی مدت اس کشتی میں رہے؟

جواب: آپ 10 رجب کے بعد سوار ہوئے اور 10 محرم کو یہ کشتی شہر موصل کے بلند پہاڑ

”جودی“ پر جا کر ٹھہری اور نوحؑ اس کشتی میں 6 ماہ تک سوار رہے۔

(صاوی ص: 116 ج: 3 پ: 18)

سوال: جس پہاڑ پر جا کر کشتی ٹھہری تھی اس کی اونچائی کتنی تھی؟

جواب: اس پہاڑ کی اونچائی چالیس ہاتھ تھی۔ (صاوی ص: 233 ج: 3 پ: 19)

سوال: اس طوفان کے بعد حضرت نوحؑ کتنے سال تک زندہ رہے؟

جواب: حضرت نوح طوفان کے بعد صحیح قول کے مطابق 60 سال زندہ رہے۔ ✓

(صادی ص: 110) اور بعض نے 250 سال بھی کہا ہے۔ (صادی ص: 233 پ: 19)

سوال: حضرت نوح کے کس بیٹے کی نسل میں دنیا کے کون سے کون سے علاقوں کے لوگ ہیں؟

جواب: حضرت نوح کے تین لڑکے تھے۔ حام، سام، یافث، حام کی اولاد میں ہندو سندھ، حبشہ

کے لوگ ہیں۔ اور سام کی اولاد میں اہل عرب، روم، فارس ہیں اور یافث کی اولاد میں یاجوج

ماجوج، ترک، صغلاب ہیں۔ (بستان ابواللیث)

سوال: حضرت نوح کی کشتی کس درخت کی تھی اس کو کتنے سال بعد کاٹا گیا اور طوفان نوح کس

جگہ نہیں آیا؟

جواب: محمد بن اسحق ثوری سے منقول ہے کہ یہ کشتی درخت ساج (مسال کے درخت) یا درخت

منوبر (چڑ کے درخت) کی تھی اور یہی تورات میں بھی لکھا ہوا ہے اور یہ درخت سو سال بعد

کاٹا گیا تھا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ درخت چالیس سال بعد کاٹا گیا تھا اور طوفان نوح دو جگہ نہیں آیا

❖ سندھ ❖ ہند۔ (البدایہ والنہایہ ص: 110 ج: 1)

سوال: حضرت نوح کی قبر کہاں ہے؟

جواب: ابن جریر اور ازرقی عبدالرحمن بن سابط یا اس کے علاوہ تابعین سے مرسل نقل کرتے

ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت نوح کی قبر صحیح قول کے مطابق مسجد حرام میں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ شہر

بقاع میں ہے جس کو کرک نوح سے یاد کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (البدایہ والنہایہ ص: 120 ج: 1)

سوال: حضرت نوح کی کشتی میں پرندوں اور چوپاؤں میں سے سب سے پہلے اور سب سے بعد

میں کون کون سے جانور داخل ہوئے؟

جواب: حضرت نوح کی کشتی میں سب سے پہلے پرندوں میں سے درہ داخل ہوا اور چوپاؤں میں

سب سے بعد میں گدھا داخل ہوا۔ (البدایہ خور ص: 111 ج: 1)

سوال: حضرت نوح کا نسب نامہ کیا ہے؟

جواب: علم الانساب کے ماہرین نے حضرت نوحؑ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

نوح بن لامک بن متوشالچ بن اخنوخ یا خنوخ بن یارد بن مہلکیل بن قینان بن انوش بن شیت
بن آدم۔ اگرچہ مؤرخین اور تورات (سفر تکوین) نے اسی کو صحیح مانا ہے لیکن ہم کو اس کی صحت میں
شک اور تردید ہے، بلکہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم اور نوح کے درمیان ان بیان
کردہ سلسلوں سے زیادہ سلسلے ہیں، اسی وجہ سے اس مسئلہ میں تورات کے مختلف نسخوں میں بھی
کافی اختلاف و انتشار پایا جاتا ہے۔

سوال: قرآن کریم نے حضرت نوحؑ کے واقعہ کا اجمالی و تفصیلی ذکر کتنی جگہ کیا ہے؟

سـا جواب: قرآن کریم کی 28 سورتوں میں اختصار اور تفصیل کے ساتھ حضرت نوح کا اسم مبارک اور تذکرہ 41 جگہ ملتا ہے۔

سوال: حضرت نوحؑ کو اول الرسل کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ حضرت آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے سرفراز کیا گیا۔ رسول ایسے نبی کو کہا جاتا ہے جن کو مستقل کتاب الہی یا جدید شریعت دی جاتی ہے ایسے نفوس قدسیہ کی جملہ تعداد 313 بیان کی جاتی ہے۔

اور نبی ایسی شخصیت کو کہا جاتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی اور کلام کے لئے منتخب کیا ہو۔ ایسے نفوسِ قدسیہ اپنے پیشرو رسول کی تعلیمات کے مبلغ ہوتے ہیں اُن پر نہ کوئی مستقل شریعت نازل کی جاتی ہے اور نہ کتاب۔ ایسے نفوس کی تعداد ایک لاکھ (100000) سے زائد بیان کی گئی ہے۔

صحیح مسلم باب شفاعت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل روایت میں یہ صراحت آئی ہے۔ **يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الْأَرْضِ**۔ (الحديث) اے نوح! تم زمین پر پہلے رسول ہو (جنہیں مستقل شریعت دی گئی)

سوال: ساڑھے نو سو سال کی طویل مدت میں کتنے افراد نے ایمان قبول کیا؟

✓ **جواب:** تاریخی روایات کے مطابق اس طویل مدت میں 80 سے کچھ زائد افراد نے ایمان قبول کیا۔

سوال: کیا طوفان نوح تمام کرۂ ارضی پر آیا تھا یا کسی خاص خطہ پر؟

جواب: اس کے متعلق علماء قدیم و جدید میں ہمیشہ سے دورائے رہی ہیں، علماء اسلام میں سے ایک جماعت، علماء یہود و نصاریٰ، اور بعض ماہرین علوم فلکیات، طبقات الارض، اور تاریخ طبیعیات کی یہ رائے ہے کہ یہ طوفان تمام کرۂ ارضی پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف اسی خطہ میں محدود تھا جہاں نوح کی قوم آباد تھی اور یہ علاقہ مساحت کے اعتبار سے ایک لاکھ چالیس ہزار مربع ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک طوفان نوح کے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ طوفان عام تھا تو اس کے آثار کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ملنے چاہئیں تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، نیز اس زمانہ میں انسانی آبادی بہت ہی محدود تھی اور وہی خطہ تھا جہاں حضرت نوح اور ان کی قوم آباد تھی، ابھی آدم کی اولاد کا سلسلہ اس سے زیادہ وسیع نہ ہوا تھا جو کہ اس علاقہ میں آباد تھا، لہذا وہی مستحق عذاب تھے اور ان ہی پر طوفان کا یہ عذاب بھیجا گیا، باقی کرۂ زمین کو اس سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

اور بعض علماء اسلام اور ماہرین طبقات الارض اور علماء طبیعیات کے نزدیک یہ طوفان تمام کرۂ ارضی پر حاوی تھا اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ ان کے خیال میں اس زمین پر متعدد ایسے طوفان آئے ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ بھی تھا اور وہ پہلی رائے کے تسلیم کرنے والوں کو ”آثار“ سے متعلق سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ”جزیرہ“ یا عراق عرب کی اس سرزمین کے علاوہ بلند پہاڑوں پر بھی ایسے حیوانات کے ڈھانچے اور ہڈیاں بکثرت پائی گئی ہیں جن کے متعلق ماہرین علم طبقات الارض کی یہ رائے ہے کہ یہ حیوانات مائی ہی ہیں اور صرف پانی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں، پانی سے باہر ایک لمحہ بھی ان کی زندگی دشوار ہے، اس لئے کرۂ ارض کے مختلف پہاڑوں کی ان بلند چوٹیوں پر ان کا ثبوت اس کی دلیل ہے کہ کسی زمانہ میں پانی کا ایک ہیبت ناک طوفان آیا جس نے پہاڑوں کی ان چوٹیوں کو بھی اپنی غرقابی سے نہ چھوڑا۔

ان ہر دو خیالات و آراء کی ان تمام تفصیلات کے بعد جن کا مختصر خاکہ مضمون زیر بحث میں

درج ہے۔ لیکن زیادہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ طوفان عالمگیر تھا اس لئے کہ جب کبھی بھی قوموں پر نبیوں کی آگاہی کے بعد عذاب آیا ہے، آغا ز عذاب سے قبل نبی اور ان کے اصحاب ہجرت کر جانے، شہر سے باہر ہو جانے یا کسی خطہ میں آ جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت قرآن حکیم میں موجود ہے۔

لیکن سیدنا نوح کو طوفان سے قبل جو حکم دیا گیا وہ ان تمام صورتوں سے بالکل مختلف ہے
یعنی حضرت نوح کو اپنے ہی ملک میں اپنی ہی قوم کے اندر اسی خطہ ارضی پر کشتی میں پناہ لینے کی
ہدایت کی گئی۔ اگر طوفان عالمگیر نہ ہوتا تو یہ مخصوص صورت اختیار کرنے کی کوئی قابل ذکر وجہ معلوم
نہیں ہوتی؟ ورنہ زمین کے کسی بھی خطہ میں پناہ لینے کی ہدایت ملتی یا دیگر انبیاء کی طرح ہجرت
کر جانے کا حکم دیا جاتا۔ واللہ اعلم۔

معلوم ہوا کہ طوفان عام تھا اور پورے خطہ ارضی کو محیط تھا تب ہی تو کشتی میں پناہ لینے کی ہدایت کی گئی۔

سوال: حضرت نوحؑ کو ”آدم ثانی“ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: ہمہ گیر ہلاکت خیزی کے بعد از سر نو ایک نئی دنیا آباد ہوئی، اسی بناء پر حضرت نوحؑ کو ”آدم ثانی“ کہا جاتا ہے اور غالباً اسی اعتبار سے انھیں حدیث میں ”اَوَّلُ الرُّسُلِ“ کہا گیا۔ واللہ اعلم

سوال: حضرت نوحؑ کے واقعہ کے اہم نتائج کیا ہیں؟

جواب: * ہر ایک انسان اپنے کردار و عمل کا خود ہی جواب دہ ہے، اس لئے باپ کی بزرگی بیٹے کی نافرمانی کا مداوا اور علاج نہیں بن سکتی اور نہ بیٹے کی سعادت باپ کی سرکشی کا بدل ہو سکتی ہے، حضرت نوح کی نبوت و پیغمبری کنعان کے کفر کی پاداش کے آڑے نہ آ سکی اور حضرت ابراہیم کا پیغمبرانہ جلالت قدر شرک آزر کے لئے نجات کا باعث نہ ہو سکی۔

كُلُّ يَفْعَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ۔ ہر شخص اپنے اپنے ڈھنگ پر کام کرتا ہے۔ بری صحبت زہرِ ہل



محبت کی دکانیں

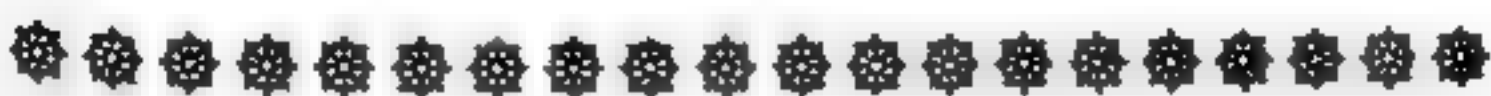
ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مولانا! تم نے کبھی عشق کی دکان دیکھی ہے؟ جیسے دکانیں ہوتی ہیں یہ کریانے کی دکان، لوہے کی دکان، کپڑے کی دکان! ایک اللہ تعالیٰ کے عشق کی بھی دکان ہوتی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا، کیا عشق کی دکان دیکھی ہے؟ تو انہوں نے کہا، جی حضرت! دو دکانیں دیکھی ہیں۔ پوچھا کونسی؟ کہنے لگے ایک شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی، اور ایک شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی۔ تو اللہ والے جہاں ہوتے ہیں وہ عشق کی دکان ہی ہوتی ہے۔ ان کے پاس آؤ چند لمحے گزارو گے تو عشق کی پڑیاں باندھ کے واپس جاؤ گے۔ اللہ اکبر

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں

اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

ان اللہ والوں کے دلوں میں اللہ کی محبت کی کیا ہی آگ جل رہی ہوتی ہے۔

(ازافات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم۔ اصول حدیث ص: ۹۴)

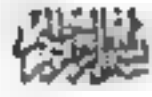


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت ہود علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



مدارس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ملے گی.....

مدارس پر الزام ہے کہ یہ دہشت گردی کے اڈے ہیں، اور خوف و ہراس پھیلاتے ہیں، لیکن اگر غیر جانبداری سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دہشت گردی ہماری عصری تعلیم گاہوں سے نکل رہی ہے، وہاں روزانہ ہنگامے ہوتے ہیں، لائٹھیاں چلتی ہیں، گولیاں چلتی ہیں، بم پھٹتے ہیں، اور ہمارے یہاں؟ ہمارے یہاں یہ سب کچھ نہیں ہوتا، ہم تو ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات کہتے ہیں کہ ہمارے مدارس کورات اور دن میں کسی بھی وقت آکر دیکھ سکتے ہیں، ان میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ملے گی۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۳ مارچ ۲۰۰۳ء کو جامعہ ام سلمیٰ للبنات فردوس مگر توپ نانچی میں کی تھی۔)



نے ”قانون جراثیم“ کو قریب تر کر دیا۔ نقطہ آغاز کے طور پر پہلے خشک سالی کی شکل میں عذاب آیا جو اُن سے نعمتوں کے چھین لئے جانے کا باعث ہوا۔

یہ عذاب چونکہ کوئی نیا نہ تھا قوم نے اس کو ”حوادثِ زمانہ“ خیال کیا۔ حضرت ہودؑ نے پھر بھی خیر خواہی جاری رکھی۔ سمجھایا کہ یہ تمہاری مکمل ہلاکت و بربادی کا نقطہ آغاز ہے۔ اب بھی باز آ جاؤ مجھ پر ایمان لے آؤ۔ یہی راہِ نجات ہے، لیکن بد نصیب قوم پر پھر بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ تب وہ عذاب آیا جو عالم کی تاریخ میں شاید ہی آیا ہو۔ اس عذاب کی نوعیت نہایت دردناک ہے، ایک طوفانی ہوا تھی جس کے لئے قرآن حکیم نے ”ریحِ صرصر“ کا لفظ استعمال کیا ہے اس کے معنی ایسی ہوا کے ہیں جس کے چلنے سے سخت شور برپا ہو۔ یہ شور خود ہوا کی آواز سے پیدا ہوتا تھا یا پھر اطراف و اکناف کی چیزوں سے ٹکرانے پر پیدا ہوتا ہو۔ بہر حال یہ لفظ نہایت تند و تیز ہوا کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ طوفانی ہوا مسلسل سات رات آٹھ دن چلتی رہی، ہوا کا ہر ایک جھٹکا پچھلے جھٹکے سے شدید تر تھا۔ جس نے سارے شہر کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ قوی ہیکل قد و قامت والی قوم جو اپنی جسمانی طاقت کے گھمنڈ میں بدمست ہو چکی تھی اس طرح بے حس و حرکت چو طرف بکھری پڑی تھی جس طرح آندھی و طوفان کے بعد تناؤ درخت اکھڑ کر گر پڑتے ہیں۔ خوبصورت ہر ابھرا شہر ویران دکھنڈ رہن کر رہ گیا۔ اُن کے قلعہ نما مکانات جو پہاڑوں کو تراش تراش کر بنائے گئے تھے۔ ریت کے تودے بن گئے۔ اُن کی زندگی آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنا دی گئی۔

ہزار ہا برس گزر جانے کے بعد بھی آج اُن کے تباہ شدہ آثارِ نبیوں کی تعلیمات سے روگردانی کے عواقب و نتائج سے خبردار کر رہی ہیں۔

یہ ہے عادِ اولیٰ کی وہ داستانِ عبرت جو اپنے اندر جسمِ بصیرت کے لئے بیشمار پند و نصائح رکھتی ہے اور اللہ اعلیٰ و برتر کے احکام کی تعمیل اور نبیوں کی اطاعت سے گریز کے عواقب و نتائج سے خبردار کرتی ہے۔ قوم عاد پر ”رج صرصر“ یا ”رج عقیقہ“ کا عذاب قرآن کریم میں اس طرح

بیان کیا گیا ہے۔ ”إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ“۔ (سورہ قمر۔ 19) ”تو ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی روانہ کر دی جو دائمی نحوست کے دن واقع ہوئی“ اور دوسری جگہ قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے۔ ”فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا لَّيَالٍ نَّجَسَاتٍ“ (سورہ قم السجدہ۔ 16)۔ ”پھر ہم نے روانہ کر دی اُن پر بادِ صرصر منحوس دنوں میں۔“

سوال: قوم عاد پر کونسے دن عذاب آیا؟

جواب: مشہور یہ ہے کہ یہ عذاب بدھ (چہار شنبہ) کے دن آیا تھا اس لئے قدیم زمانے سے لوگوں میں یہ خیال پھیل گیا کہ بدھ کا دن منحوس دن ہے۔ اور اس پر ہر زمانے میں مختلف عقیدے قائم ہوتے چلے گئے کہ اس دن کوئی اچھا کام نہیں کرنا چاہیے۔ بدھ کے دن سفر کرنا عموماً نامبارک ہے کوئی بڑا لین دین اس دن نہ ہونا چاہیے، بدھ کے دن ناخن نہ کاٹنا چاہیے، مریض کی عیادت نہ کرنا چاہیے، اور یہ کہ مرضِ جذام اور برص اسی روز شروع ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان توہمات کے پیچھے چند ضعیف احادیث بھی نقل ہوتی چلی آرہی ہیں جس سے بدھ کے دن کی نحوست کا عقیدہ عوام الناس میں رائج ہو گیا۔

علم حدیث کے محققین نے ایسی تمام روایات کو نہایت ضعیف، مہمل، موضوع (جھوٹی) قرار دیا ہے، کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو صحیح کہی جاسکے۔ امام الحدیث حافظ سخاویؒ کہتے ہیں کہ جتنے طریقوں سے بھی یہ روایات منقول ہیں سب کی سب غیر مستند ہیں۔ یہی بات علامہ ابن رجب حنبلیؒ، علامہ ابن جوزیؒ اور علامہ آلوسیؒ سے منقول ہیں۔ محقق مناویؒ نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بدھ کے دن کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دینا اور نجومیوں جیسے اعتقادات اس باب میں رکھنا حرام اور سخت حرام ہے۔ لہذا بدھ کی نحوست کا عقیدہ بے بنیاد بات ہے۔

اس ساری تفصیل سے قطع نظر بالفرض بدھ کے دن کو منحوس ہی قرار دیا جائے تو سارے ہفتے کے دن بھی منحوس قرار پائیں گے۔ کیونکہ دوسری آیت میں ایامِ نَجَسَاتِ آیا ہے۔ یعنی یہ عذاب والے دن سات رات اور آٹھ دن تھے تو گویا سارا ہفتہ منحوس قرار پایا، بلکہ ایک دن اُس پر

مزید اضافہ کے ساتھ۔ پھر آخر کو نسادن غیر منحوس ہوگا۔؟

اس لئے مراد قرآنی ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ دن اصلاً منحوس تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آٹھ دن منحوس جو قوم عاد پر مسلط رہے اس قوم کے لئے بوجہ عذاب منحوس تھے نہ کہ اپنی ذات میں منحوس تھے۔

سوال: قوم عاد کے ہلاک شدہ افراد کی تعداد کیا تھی؟

جواب: قوم عاد کے ہلاک شدہ افراد کی تعداد روح المعانی کے مفسر نے 4000 ہزار لکھی ہے لیکن بنو سالم کی قدیم تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ واللہ اعلم۔

سوال: قوم عادی کا زمانہ کیا ہے؟

جواب: عادی کا زمانہ تقریباً دو ہزار قبل حضرت مسیح علیہ السلام مانا جاتا ہے، اور قرآن کریم میں عادی کو ”مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ“ کہہ کر قوم نوح کے خلفاء میں سے شمار کیا ہے، اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ شام کی دوبارہ آبادی کے بعد اہم سامیہ کی ترقی عادی ہی سے شروع ہوتی ہے۔

سوال: قوم عادی کا مسکن کہاں ہے؟

جواب: عادی کا مرکزی مقام ارض احقاف ہے، یہ حضرموت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے شرق میں عمان ہے اور شمال میں ربع الخالی، مگر آج یہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نہیں ہے، اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کی آبادی عرب کے سب سے بہترین حصہ حضرموت اور یمن میں خلیج فارس کے سواحل سے حدود عراق تک وسیع تھی اور یمن ان کا دارالحکومت تھا۔

سوال: حضرت ہودؑ کی وفات کب اور کہاں ہوئی؟

جواب: اہل عرب حضرت ہودؑ کی وفات اور ان کی قبر مبارک کے متعلق مختلف دعوے کرتے ہیں، مثلاً اہل حضر موت کا دعویٰ ہے کہ عاد کی ہلاکت کے بعد وہ حضر موت کے شہروں میں ہجرت کر آئے تھے، وہیں ان کی وفات ہوئی اور وادی برہوت کے قریب حضر موت کے مشرقی حصہ میں شہر تریم سے قریباً دو مرحلے پر دفن ہوئے۔ اور حضرت علیؑ سے ایک اثر منقول ہے کہ ان کی قبر

حضرموت میں کشیب احمر (سرخ ٹیلہ) پر ہے اور ان کے سر ہانے جھاؤ کا درخت کھڑا ہے۔ اور اہل فلسطین کا دعویٰ ہے کہ وہ فلسطین میں دفن ہیں، اور انہوں نے وہاں ان کی قبر بھی بنا رکھی ہے اور اس کا سالانہ عرس بھی کرتے ہیں۔ (قصص الانبیاء ص: 74)

مگر ان تمام روایات میں سے حضرموت کی روایت صحیح اور معقول معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ عاد کی بستیاں حضرموت ہی کے قریب تھیں، لہذا قرینہ یہی چاہتا ہے کہ ان کی تباہی کے بعد قریب ہی کی آبادیوں میں حضرت ہودؑ نے قیام فرمایا ہوگا اور وہیں پیغام اجل کو لبیک کہا اور وہ یہی حضرموت کا مقام ہے۔

عظمت صحابہ

جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام واجب التعظیم ہیں اور ہم کو چاہئے کہ ان سب کو عزت و عظمت کے ساتھ یاد کریں۔ خطیب حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے مجھے چنا اور پھر میرے لئے اصحاب منتخب کئے اور ان میں سے میرے بدستہ داروں اور مددگاروں کا انتخاب کیا تو جس نے ان کے بارے میں میرے حق کی رعایت کی اس کی اللہ تعالیٰ رعایت کرے گا اور جس نے ان کے بارے میں میرا دل دکھایا اللہ اس کو ایذا پہنچائے گا۔

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول مکتوب نمبر ۱۵۱)

نظام تعلیم کی بنیاد

آج کا حال یہ ہے کہ جتنا پڑھا لکھا انسان ہے اتنا ہی وہ ڈرنے کے قابل ہے۔ آج پوری دنیا میں پڑھے لکھے بھیڑیوں کا راج ہے۔ ایسے بھیڑیوں کا جو دوسرے کے جسموں سے کپڑے اتار لیتے ہیں تاکہ اپنی دیوار کو پہنائیں جو دوسرے کے بچوں اور قییموں کے بچوں کے آگے سے کھانا اسلئے چھین لیتے ہیں کہ ان کے کتوں کا پیٹ بھر سکے۔ بددیانتی، خود غرضی، مطلب پرستی، نفس پرستی پر آج کے پورے نظام تعلیم کی بنیاد ہے۔ (مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

محبت کا سودا کتنا چاہیے.....؟

اب ان دکانوں سے ہمیں کتنا سود لینا چاہئے؟ یعنی کتنی محبت یا کتنی عشق چاہیے؟ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ تصوف و سلوک کا مقصود کیا ہے؟ تو فرمایا کہ رگ رگ اور ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت مل جائے کہ ہمارے رگ رگ اور ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔ جب اتنی اللہ کی محبت ہمیں نصیب ہو جائے تو پھر عبادت کرنی آسان ہو جائے گی۔ خود بخود آنکھ کھلتی ہے رات کو۔ پھر نماز میں بھی مزہ آتا ہے، تلاوت میں بھی مزہ آتا ہے۔ اپنے اللہ کی یاد میں اللہ کا بندہ جاگتا ہے۔ تہجد میں بھی آنکھ کھلتی ہے۔

مجھ کو اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے

ہمیشہ ہوں ہو کے مست تمہارے خیال میں

تاروں سے پوچھ لو مری رودادِ زندگی

راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں

(از افادات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد قشبندی رامت برکاتہم۔ انمول حدیث ص: ۹۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت صالح علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



ہمارے معاملات صحیح ہو جائیں گے.....

میں صرف اس بات کو آپ سے ذکر کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے اعمال میں،
اپنے معاملات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو سامنے رکھنا
چاہئے، اور اس کے لئے آخرت کی پکڑ اور حساب کتاب کو سامنے رکھنا
چاہئے، اگر ہم اس بات پر قابو پالیں کہ آخرت پر غور کرتے رہیں، آخرت کی
جزا و سزا کے متعلق سوچتے رہیں اور اپنے اعمال میں اور اپنے معاملات میں
اس کا خیال رکھیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے معاملات صحیح ہو جائیں گے، اور
ہماری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کے مطابق ہوگی، اور ہم
اس کا فائدہ اور اس کا لطف آخرت میں حاصل کریں گے۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی

تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۲۶ جون ۲۰۰۲ء کو

منکور (بنگلور)

میں کی تھی۔)



جو شخص شام سے جاز کو آتا ہے اس کی راہ میں ان کے مٹے نشان اور بوسیدہ کھنڈرات پڑتے ہیں، حجر کا یہ مقام جو حجر ثمود کہلاتا ہے شہر مدین سے جنوب مشرق میں اس طرح واقع ہے کہ خلیج عقبہ اس کے سامنے پڑتی ہے اور جس طرح عاد کو عارم کہا گیا ہے (حتیٰ کہ قرآن کریم نے تو ارم کو ان کی مستقل مفت ہی بنا دیا ہے) اسی طرح ان کی ہلاکت کے بعد ان کو ثمود ارم یا عاد ثانیہ کہا جاتا ہے

سوال: قوم ثمود کو "عاد ثانیہ" کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: جس طرح قوم عاد کے تمدن کی نمایاں ترین خصوصیت یہ تھی کہ وہ اونچے اونچے ستونوں والی عمارتیں بناتے تھے۔ اسی طرح قوم ثمود کے تمدن کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت جس کی بناء پر وہ "عاد ثانیہ" کے نام سے موسوم ہوئی یہ تھی کہ وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان کے اندر عمارتیں بناتے تھے۔ چنانچہ سورہ فجر میں جس طرح عاد کو ذات العمداد (ستونوں والے) کا لقب دیا گیا ہے اسی طرح ثمود کا ذکر اس حوالے سے کیا گیا ہے۔ اَلَّذِیْنَ جَاہُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ۔ وہ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنے ہاں میدانی علاقوں میں بھی بڑے بڑے قلعے تعمیر کرتے تھے۔ "تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا" (سورہ اعراف۔ 74)

اور ان تعمیرات کی غرض و غایت کیا تھی؟ قرآن کریم اس پر لفظ فُرْجِیْن سے روشنی ڈالتا ہے۔ یعنی یہ سب کچھ اپنی بڑائی اپنی دولت و قوت اور اپنے کمالات فن کی نمائش کے لئے تھا۔ کوئی حقیقی ضرورت ان کے لئے داعی نہ تھی۔ ایک بگڑے ہوئے تمدن کی شان یہی ہوتی ہے۔ ایک طرف معاشرے میں غریب لوگ سر چھپانے کے لئے بھی کوئی ڈھنگ کی جگہ نہیں پاتے دوسری طرف امراء اور اہل ثروت رہنے کے لئے جب ضرورت سے زیادہ محل بنا چکے ہیں تو بلا ضرورت نمائش یادگاریں تعمیر کرنے لگتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

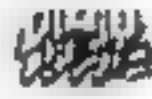


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت ابراہیم علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



یہ مدرسے ہمارے دینی پاور ہاؤس ہیں.....

ہمارے لئے غلے کی دکانیں ہماری ضرورت ہیں، ہماری زندگی کی ضرورت
کے سامان ہیں، یہ مدرسے ہماری دینی کارخانے ہیں، یہ مدرسے ہمارے دینی
پاور ہاؤس ہیں، ان مدرسوں سے ہم کو وہ بجلی ملتی ہے، جو ہماری زندگی کو روشن کرتی
ہے، دیندار بناتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلاتی ہے، ہم کو روشنی ملتی ہے ان
مدرسوں سے، یہ مدرسے اسلامی پاور ہاؤس ہیں، ہمارے دین کے کارخانے ہیں
، جہاں جہاں انسان تیار ہوتے ہیں، وہ

انسان جو اللہ کے حکموں پر چلنے والے ہیں، جو انسانیت کو برقرار رکھنے والے
ہیں، جو دنیا کو انسانیت کا سبق دینے والے ہیں۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی
تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۲۰۰۴ء میں جامعہ اسلامیہ مظفر پور،
قلندر پور، اعظم گڑھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
سینار کے موقع پر کی تھی۔)



سازی اور بہت پرستی جس درجے اس قوم میں پائی جاتی تھی اس کی مثال بھی دشوار ہوگی۔

وال: کیا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہؑ (عراقیہ) اور حضرت ہاجرہؑ (مصریہ) کے علاوہ ایک اور بھی نکاح کیا تھا۔ ان خاتون کا نام کیا تھا اور ان کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی تعداد کیا ہے؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ نے ان دونوں کے علاوہ ایک اور بھی نکاح کیا تھا۔ ان خاتون کا نام قطورہ تھا ان کے لطن سے حضرت ابراہیمؑ کے 6 بیٹے پیدا ہوئے۔ تورات میں ان کے نام بھی لکھے گئے ہیں۔ انہی اولاد میں سے مدین یا مدیان کی نسل نے اپنی آبادی شہر مدین کے نام سے بسائی اور یہ بعد میں اصحاب مدین کہلائے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے پوتے وڈان کی نسل اصحاب الایکہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ انہی دونوں قوم کی جانب حضرت شعیبؑ مبعوث کئے گئے تھے۔ مشہور مفسر قرآن حضرت قتادہؓ کی یہی رائے ہے۔

سوال: حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر کتنی تھی؟

جواب : حضرت اسماعیلؑ کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر 87 سال تھی اور حضرت ✓
الخضرؑ کی ولادت کے وقت ان کی عمر پورے 100 سال تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی کل عمر
175 سال ہوئی۔ ✓

سوال: جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو تارنمرود میں ڈالا گیا اس وقت آپ کی عمر شریف کتنی تھی؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ اس وقت 16 سال کے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ 26 سال کے تھے۔ (صاوی ص: 12 ج: 3 پ: 17)

سوال: حضرت ابراہیم کو جس آگ میں ڈالا گیا اس کے لئے کتنے دنوں تک لکڑیاں جمع کی گئی تھیں اور کتنے دنوں تک دھکایا گیا تھا؟

جواب: ایک مہینہ تک لکڑیاں جمع کی گئی تھیں، اور سات دن تک آگ کو دہکایا گیا تھا۔

(ساوی میں: 82)

سوال: حضرت ابراہیم آگ میں کتنے دن تک رہے؟

جواب: 7 دن، بعض نے چالیس دن اور بعض نے پچاس دن کہا ہے۔ (صاوی ص: 82)

سوال: حضرت ابراہیم کو آگ میں کیا لباس پہنایا گیا کس نے پہنایا اور کہاں سے آیا تھا؟

جواب: ریشمی قمیص تھی جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہنائی تھی اور یہ جنت کا لباس تھا۔

(مساوی ص: 82 ج: 3)

سوال: حضرت ابراہیم کو آگ میں کس چیز میں بٹھا کر ڈالا گیا اور وہ آلہ کس نے سکھایا تھا؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں گویہ میں بٹھا کر ڈالا گیا اور یہ عمل شیطان نے سکھایا تھا اس

لئے کہ جب قوم نمرود نے ابراہیمؑ کو ایک مکان میں بند کر دیا اور پھر آگ میں ڈالنے کے لئے باہر

لائے تو ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آ سکی کہ ابراہیم کو کس طرح آگ میں ڈالا جائے کیونکہ آگ کی

شدت کی وجہ سے آگ کے قریب آنا دشوار تھا اسی وقت شیطان آیا اور اس نے ان کو گویہ بنانا

سکھلا ما۔ (صاوی ص: 82)

سوال: اس مکان کی اونچائی اور چوڑائی کتنی تھی جس میں آگ جلا کر ابراہیم کو ڈالا گیا؟

سے جواب: اونچائی میں ہاتھ اور چوڑائی میں ہاتھ تھی۔ (حاشیہ جلالین ص: 377) ✓

سوال: حضرت ابراہیمؑ جس وقت آگ میں ڈالے گئے تو آپ نے آگ میں داخل ہوتے

وقت کیا دعا پڑھی تھی؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ کو جس وقت آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے یہ دعا پڑھی **حَسْبِيَ اللّٰهُ**

نِعْمَ الْوَكِيلُ اللَّهُمَّ أَنْتَ فِي السَّمَاءِ وَاحِدٌ وَأَنَا فِي الْأَرْضِ وَاحِدٌ عَبْدُكَ.

(کنز العمال ص: 484)

سوال: حضرت ابراہیمؑ کو ناریں مرد میں جلانے کا مشورہ کس نے دیا تھا اور اس کا انجام کیا ہوا؟

جواب: اس شخص کا نام ہیمن تھا جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔

ورقِ قامت تک دہستا ہی چلا جائے گا۔ (طبری ص: 170 ج: 1)

عشق والے حساب

کیا جانیں؟؟.....؟؟

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے

مہم ثواب و عذاب کیا جانیں

کس میں کتنا ثواب ملتا ہے

عشق والے حساب کیا جانیں

عشق والوں کو حساب کتاب کا کیا پتہ۔

وہ تو اللہ کی محبت میں نمازیں پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

(از افادات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم)

(امول حدیث ص: ۱۰۰)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت اسماعیل علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



یہ ایک بڑا زبردست خطرہ ہے.....

نوخیز نسلوں کی تعلیم کا جو نظام اس وقت ملک میں رائج ہے، اس میں اکثریتی فرقہ کے مذہبی خیالات اور اسی فرقہ کی قدر آور شخصیتوں کو نمونہ کے طور پر پیش کرنے کا جو طرز اختیار کیا جا رہا ہے، وہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور ان کی اخلاقی قدروں اور ان کی اسلامی امنگوں سے عموماً متضاد اور برخلاف ہے، اس کے اثر سے مسلمان بچے بڑے ہو کر اپنے پیشواؤں سے متواتقید رہتے ہوئے غیروں کے پیشواؤں کو اپنے لئے قابل تقلید نمونہ سمجھیں گے، اور عقیدہ و عبادت کے سلسلہ میں اسلامی رہنمائی کے بجائے غیر اسلامی بلکہ مشرکانہ رہنمائی میں پرورش پائیں گے، یہ ایک بڑا خطرہ ہے۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے کلیدی خطبہ صدارت سے ایک اقتباس جو انہوں نے دینی تعلیم کو نسل اتر پردیش کے اجلاس منعقدہ ۸ مئی ۲۰۰۵ء کو رائے بریلی میں پیش کیا تھا۔)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت اسحاق علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



اللہ تعالیٰ یہ دنیا آزمائش کے لئے بنایا ہے.....

اور دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا آزمائش کے لئے بنائی ہے، یوں ہی نہیں پیدا
کی ہے، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے تم سمجھتے ہو کہ ہم نے بیکار پیدا کیا ہے، بیکار نہیں
پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نیک دنیا بنائی اور اس پر انسانوں کو بسایا اور ان کو
سہولتیں اور سارے وسائل دیئے تاکہ دیکھئے کہ وہ ان وسائل کو کیسے استعمال کرتے
ہیں، اپنے رب کی نافرمانی میں یا فرمانبرداری میں، دنیا بنائی ہے جانچنے کے لئے،
امتحان کے لئے، اس میں بیماریاں بھی ہوں گی موتیں بھی آئیں
گی، یہ سب چیزیں آزمائش کے طور پر ہیں۔

(منکرم ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہ کی تقریر سے ایک
اقتباس جو انہوں نے ۳۰ نومبر ۲۰۰۸ء کو مولانا جمال احمد کے بڑے بھائی
الحاج انیس احمد صاحب علیگ کی اچانک وفات پر
ان کی تعزیت کے سلسلے میں مولانا موصوف کے مکان ہی
پر ایک وسیع ہال میں کی تھی۔)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت لوط

علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



سانڈ ایفیکٹ سے ہمیں اپنے بچوں کو بچانا ہوگا.....

آپ دیکھتے ہیں اور اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ڈاکٹر لوگ جو دوائیں دیتے ہیں، ان سے سانڈ ایفیکٹ بھی ہوتا ہے، تو اس کو دور کرنے کے لئے بھی دوائیں دیتے ہیں، تو ہمیں بھی یہی کرنا پڑے گا کہ جو تعلیم کا نظام ہے اس سے ہم بچ نہیں سکتے، لیکن ہمیں سانڈ ایفیکٹ سے ہمیں اپنے بچوں کو بچانا ہوگا۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی
تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے دارالعلوم فرقانیہ بہرام
میں کی تھی۔)



سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں، اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جواب سمندر نظر آتا ہے کئی زمانے میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے، سدوم و عامورہ کی آبادیاں اسی مقام پر تھیں۔ یہ مقام شروع سے سمندر نہیں تھا بلکہ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً 400 میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا، اسی لئے اس کا نام بحر میت اور بحر لوط ہے۔

یہ صحیح ہو یا غلط بہر حال یہ مسئلہ حقیقت رکھتا ہے کہ اسی بحر میت کے ساحل پر وہ حادثہ رونما ہوا جو قوم لوط کے عذاب سے موسوم ہے اور جو گزشتہ دو سال کی اثری تحقیق نے بحر میت کے ساحل پر لوط کی بستیوں کے بعض تباہ شدہ آثار ہویدا کر کے اس علم یقین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے جس کا اعلان ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن عزیز نے کر دیا تھا۔

سوال: قوم لوط کونسے فواحش اور معصیوں میں مبتلا تھی؟

جواب: لوط نے جب سدوم میں آکر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان، الحفیظ..... دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو ان میں موجود نہ ہو اور کوئی خوبی ایسی نہیں تھی جو ان میں پائی جاتی ہو، دنیا کی سرکش، متمرّد اور بد اخلاق و بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی، یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے، دنیا کی قوموں میں اس عمل کا اس وقت تک قطعاً کوئی رواج نہ تھا، یہی بد بخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی، اس عمل کا نام ”لواطت“ مشہور ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ شرارت، خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکاری کو عیب نہیں سمجھتے تھے، اور علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ اس کو کرتے رہتے تھے۔ وَلَوْطَا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔ (ع: 10 اعراف)

اور (یاد کرو) لوط کا واقعہ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسے فحش کام میں مشغول ہو جس کو دنیا میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا، یہ کہ بلاشبہ تم عورتوں کی بجائے اپنی شہوت کو مردوں سے پوری کرتے ہو، یقیناً تم حد سے گزرنے والے ہو، عبدالوہاب نجار کہتے ہیں کہ میں نے عبرانی ادب کی ایک کتاب میں ان کی بعض بد اعمالیوں کا حال پڑھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل سدوم کی یہ بھی عادت تھی کہ وہ باہر سے آنے والے تاجروں اور سوداگروں کے مال کو ایک نئے اور اچھوتے انداز سے لوٹ لیا کرتے تھے، چنانچہ ان کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی سوداگر باہر سے آکر سدوم میں مقیم ہوتا تو اس کے مال کو دیکھنے کے بہانے سے ہر شخص تھوڑی تھوڑی چیزیں اٹھاتا اور لے کر چل دیتا اور تاجر بے چارہ حیران و پریشان ہو کر رہ جاتا، اب اگر اس نے اپنے ضیاع مال کا شکوہ کیا اور رونے دھونے لگا تو ان لٹیروں میں سے ایک آتا اور لوٹی ہوئی دو ایک چیزیں دکھا کر کہنے لگتا ہے کہ بھائی میں تو یہ لے گیا تھا، تو تمہاری یہ چیز موجود ہے، وہ رنجیدہ آواز میں کہتا کہ میں اس کو لیکر کیا کروں گا، جہاں میرا سارا مال لٹ گیا وہاں یہ بھی سہی، جا تو ہی اپنے پاس رکھ، جب یہ معاملہ ختم ہو جاتا تو اب دوسرا آتا اور وہ بھی اسی طرح کوئی معمولی سی چیز دکھا کر وہی کہتا ہے جو پہلے نے کہا تھا اور سوداگر رنج و غم اور غصہ میں اس سے بھی پہلی بات لوٹا کر کہہ دیتا۔ اسی طرح سب اس کا مال ہضم کر جاتے اور سوداگر کو لوٹ کھسوٹ کر بھگا دیتے۔

اسی کتاب میں یہ عجیب قصہ بھی نقل کیا ہے کہ ابراہیم اور سارہ نے ایک مرتبہ حضرت لوط کی عافیت و خبر معلوم کرنے کے لئے اپنے خانہ زاد الیرز دمشق کو سدوم بھیجا، یہ جب بستی کے قریب پہنچا تو اجنبی سمجھ کر ایک سدومی نے اس کے سر پر پتھر کھینچ مارا، الیرز کے سر سے خون جاری ہو گیا، تب آگے بڑھ کر سدومی کہنے لگا کہ میرے پتھر کی وجہ سے یہ تیرا سر سرخ ہوا ہے لہذا مجھے اس کا معاوضہ ادا کر، اور اس مطالبہ کے لئے کھینچتا ہوا سدوم کی عدالت میں لے گیا، حاکم سدوم نے مدعی کا بیان سن کر کہا کہ بیشک الیرز کو سدومی کے پتھر مارنے کی اجرت دینی چاہئے، الیرز یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور ایک پتھر اٹھا کر حاکم کے سر پر دے مارا اور کہنے لگا کہ میرے پتھر مارنے کی

جو اجرت ہے وہ تو اس سدومی کو دے دینا اور یہ کہہ کر وہاں سے بھاگ گیا۔

یہ واقعات صحیح ہوں یا غلط لیکن اس سے یہ روشنی ضرور پڑتی ہے کہ اہل سدوم اس قدر ظلم، فحش، بے حیائی، بد اخلاقی اور فسق و فجور میں مبتلا تھے کہ اس زمانہ کی قوموں میں ان کی جانب اس قسم کے واقعات عام طور پر منسوب کیئے جاتے تھے۔ ان حالات میں حضرت لوط نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی، اور حسن خطابت، لطافت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا اور موعظت و نصیحت کی اور گزشتہ اقوام کی بد اعمالیوں کے نتائج و ثمرات بتا کر عبرت دلائی۔

سوال: قوم لوط پر کب اور کس طرح کا عذاب آیا؟

جواب: آخر عذاب الہی کا وقت آپہنچا، ابتداء شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط اپنے خاندان سمیت دوسری جانب سے نکل کر سدوم سے رخصت ہو گئے اور ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کر دیا اور راستہ ہی سے لوٹ کر سدوم واپس آ گئی، آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا اور وہی ہوا جو گزشتہ قوم کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا ہے۔

سوال: حضرت لوط کی کتنی بیٹیاں تھیں؟

جواب: حضرت لوط کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں۔

سوال: لواطت کی شرعی سزا کیا ہے؟

جواب: قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لواطت ایک بدترین گناہ ہے جس پر ایک پوری کی پوری قوم اللہ کے شدید ترین غضب میں گرفتار ہوئی۔ اس کے بعد روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے کو پاک رکھنے کے لئے حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ اس جرم کے مرتکبین کو سخت ترین، عبرت ناک سزا دی جانی چاہئے۔ حدیث شریف میں مختلف سزائیں

بیان کی گئی ہیں ایک روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں:- اَقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ (الحديث) ”فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو“۔ ایک روایت میں اتنا اضافہ اور بھی ہے: اَخَصْنَا اَوْلَمَ يُخَصِّنَا۔ (شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ) ایک اور روایت میں یہ حکم بھی ملتا ہے: فَادْجُمُوا لَا غَلْسِي وَلَا سَفْلَ (الحديث) اوپر والا اور نیچے والا دونوں سنگسار کر دیئے جائیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسا کوئی مقدمہ پیش نہیں ہوا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً ایسی کوئی سزا جاری نہیں فرمائی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایسے مجرم کو تلوار سے قتل کر دیا جائے اور دفن کر دینے کی بجائے اس کی لاش کو جلا دیا جائے۔ اسی رائے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اتفاق فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی رائے یہ ہے کہ ایسے مجرم کو کسی بوسیدہ عمارت کے نیچے کھڑا کر کے وہ عمارت ان پر ڈھادی جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ یہ ہے کہ بستی کی سب سے اونچی عمارت پر سے اس کو سر کے بل پھینک دیا جائے، اوپر سے پتھر برسائے جائیں یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے تاکہ قرآن حکیم نے اس لوٹی قوم پر عذاب کی جو صورت بیان کی ہے اس سے مماثلت پیدا ہو جائے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فاعل و مفعول واجب القتل ہیں۔

امام شعبیؒ، زہریؒ، امام مالکؒ و امام احمدؒ کے ہاں اس کی سزا سنگساری ہے حضرت سعید بن مسیبؒ، عطاءؒ، حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ کی رائے ہے کہ اس جرم پر وہی سزا دی جائے گی جو زنا کی سزا ہے یعنی غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کر دیا جائے گا اور شادی شدہ کو رجم (سنگسار) کیا جائے گا۔

سزاؤں کے اختلاف کی وہی وجہ ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے اس سلسلہ میں کوئی مخصوص حد شرعی ثابت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے جرائم ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے

نہایت قبیح اور بدترین قسم کے شمار کئے جاتے ہیں ایسے تمام جرائم پر امیر المؤمنین کو شریعت اسلامی کی جانب سے تعزیرات جاری کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور تعزیرات کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہیں کی گئی ہے بلکہ جیسے حالات و تقاضے ہوں اس لحاظ سے ایسے مجرم کو عبرت ناک سزا دی جائے۔
امام ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ کا ایک قول لوطی کے بارے میں یہی منقول ہے۔ (أَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهَا)

فعل لواطت اپنی قباح و شاعت میں جس قدر بھی شدید ہے ویسے ہی شدید سزا کا بھی مستحق ہے اس لئے ہر زمانے میں ایسے مجرموں کو مختلف سزائیں دی جاتی رہیں ہیں۔ اور اس فعل کو کسی بھی حیثیت سے کبھی روانہ رکھا گیا۔

اس سلسلے میں یہ بات قطعی طور پر ملحوظ رکھی جانی چاہئے کہ شوہر کا اپنی بیوی سے لواطت کرنا بھی حرام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **مَلَعُونَ مَنْ أَتَى الْمَرْأَةَ فِي ذُبُورِهَا** (ابوداؤد) ”اپنی بیوی سے یہ فعل کرنے والا ملعون ہے“۔ اور ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: **لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَتَهُ فِي ذُبُورِهَا**۔ (ابن ماجہ، مسند احمد) ”اللہ اس مرد پر ہرگز نظر رحمت نہیں کرے گا جو اپنی بیوی کے ساتھ یہ گمراہی کرتا ہے“۔ جامع ترمذی کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: **مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي ذُبُورِهَا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ** (الحدیث) ”جس نے حائضہ عورت سے مجامعت کی، یا عورت کے ساتھ گمراہی قوم لوط کیا، یا کاهن کے پاس گیا اور اس کی پیش گوئی کی تصدیق کی اس نے ان تمام باتوں کا انکار کر دیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئیں ہیں“۔ □□□

چار کی قدر چار ہی جانتے ہیں

❖ حاتم الزاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چار کی قدر چار ہی جانتے ہیں:

■ جوانی کی قدر صرف بوڑھے جانتے ہیں۔

■ عافیت کی قدر صرف مصیبت والے جانتے ہیں۔

■ صحت کی قدر مریضوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

■ زندگی کی قدر مردے ہی جانتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت یعقوب علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

لاکھوں عربوں کے عیسائی بننے کی وجہ

برازیل میں لاکھوں عرب عیسائی مذہب اختیار کر چکے ہیں۔ اسی طرح آسٹریلیا میں
ہزاروں عرب عیسائی بن چکے ہیں۔ ﴿حضرت مولانا طارق جمیل﴾

ہزاروں کی آبادی کلمہ سے محروم

بقول مولانا احمد صاحب کے کہ (اس دنیا میں) لاکھوں گاؤں ایسے ہیں
جہاں کوئی بھی صحیح کلمہ پڑھنے والا نہیں۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۲۲۲﴾



(۱۰) حضرت یعقوب علیہ السلام

سوال حضرت یاقوتؒ کا سب نامہ کیا ہے؟

جواب: حضرت یاقوت، حضرت اٹلی کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے بھائی ہیں، اور حضرت ابراہیم کے بھتیجے ہوئیل کے لواحق، ان کی والدہ کا نام راتہ یا راتہ تھا، یہ اپنی والدہ کے چہیتے اور پیارے تھے اور ان کی حقیقی بھائی سے والد کا محبوب اور پیارا، اور دونوں حقیقی بھائی تھے۔

سوال: حضرت یعقوبؑ کی شادی کس سے ہوئی؟

جواب: تو رات کی روایت کے مطابق دونوں بھائیوں میں نا اتفاقی کے باعث حضرت یعقوب اپنی والدہ کے مشورہ پر جب شہر فد ان آرام کو چلے گئے تو ان کے حقیقی ماموں لاہان نے ان سے عہد لیا کہ وہ دس سال تک ان کے ہاں رہ کر ان کی بکریاں چرائیں تو وہ اس مدت کو مہر قرار دے کر اپنی لڑکی سے شادی کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت یعقوب نے اس مدت کو پورا کیا تو لاہان نے اپنی بڑی لڑکی لایہ کا نکاح ان سے کرنا چاہا مگر حضرت یعقوب کی والدہ محترمہ کا رجحان چھوٹی لڑکی راحیل کی طرف تھا۔ لاہان نے یہ نذر کیا کہ یہاں کے دستور کے مطابق بڑی لڑکی کے نکاح سے پہلے چھوٹی لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا اس لئے تم اس رشتہ کو منظور کر لو اور یعقوب کے قیام میں مزید دس سال اور اضافہ کر کے ان کو میری خدمت میں رکھو تو راحیل بھی نکاح میں دے دی جائے گی (اس شریعت میں دو بہنوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا جائز تھا) چنانچہ حضرت یعقوب نے اس مدت کو بھی پورا کیا اور راحیل یعنی چھوٹی لڑکی سے بھی نکاح کر لیا۔ ان دونوں کے علاوہ لایہ (بڑی بیوی) کی کئی زانیہاں اور راحیل کی کئی بیویاں بھی حضرت یعقوب کی زوجیت میں آ گئیں۔ ان سب خواتین سے اولاد بھی ہوئی اور بنیامین (حضرت یوسف کے چھوٹے بھائی) کے علاوہ حضرت یعقوب کی تمام اولاد اپنے ماموں ہی کے ہاں زمانہ قیام میں پیدا ہوئی۔ اور جب حضرت یعقوب وطن واپس آ گئے تو یہاں بنیامین پیدا ہوئے۔

لابان نے حضرت یعقوب کو اپنے ہاں بیس سال رکھنے کے بعد بہت سارا ساز و سامان دیکر رخصت کیا اور یہ وہاں اپنے دادا حضرت ابراہیم کے دارالہجرت فلسطین میں آکر مقیم ہو گئے اور اپنی بقیہ زندگی وہیں گزاری۔ حضرت یعقوب جس زمانہ میں شہر فدان آرام اپنے ماموں کے ہاں چلے گئے تھے اس زمانے میں ان کے بھائی عیسو ناراض ہو کر اپنے چچا حضرت اسماعیل کے پاس آئے تھے اور ان کی صاحبزادی سے شادی کر کے قریب ہی کے شہر میں آباد ہو گئے تھے۔ یہ صاحب تاریخی کتب میں آدم کے نام سے مشہور ہیں اس عرصہ میں دونوں بھائیوں کے تعلقات استوار ہو گئے اور وہ ایک دوسرے کو مخفی تحائف بھیجا کرتے تھے۔

یہ تمام تفصیلات تورات اور اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہیں۔ قرآن حکیم ان تمام باتوں سے یکسر خاموش ہے اور وہ صرف حضرت یعقوب کے جلیل القدر نبی، صاحب صبر و استقامت رسول، اور سیدنا یوسف کے برگزیدہ باپ ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ اور اسی ضمن میں نام کی صراحت کے بغیر یوسف کے دوسرے بھائیوں کا بھی ذکر آ جاتا ہے۔

سوال: حضرت یعقوب کا اسم گرامی قرآن کریم میں کتنی جگہ ملتا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں حضرت یعقوب کا اسم گرامی دس جگہ آتا ہے اور اگرچہ سورہ یوسف میں جگہ جگہ ضما کر اور اوصاف کے لحاظ سے بعض دوسری سورتوں مثلاً ”مؤمنون“ میں اوصاف کے اعتبار سے ان کا تذکرہ موجود ہے، مگر نام کے ساتھ صرف دو ہی جگہ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال: بنی اسرائیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: حضرت یعقوب کا عبرانی نام اسرائیل ہے قرآن کریم میں جا بجا اسی نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اسرا کے معنی (عبد) اور ایل کے معنی (اللہ) یعنی عبد اللہ، اور بنی اسرائیل کے معنی ”اولاد یعقوب“ قرآن کریم نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو بنی اسرائیل کہہ کر مخاطب کیا ہے (یعنی اولاد یعقوب) حضرت احق کی اولاد میں حضرت یعقوب کا اسم گرامی مشہور و معروف ہے۔ انہی کی نسل میں ہزار ہا انبیاء و رسل پیدا ہوئے ہیں جنہیں انبیاء بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت یوسف علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



علم ایک قندیل اور لالٹین ہے.....

علم کا ایک لالٹین ہے، جس سے راستہ چلنے کے لئے روشنی ملتی ہے،
اگر روشنی نہ ہو تو آدمی ٹھوکر کھا کر گر سکتا ہے، تو جس طرح مادی اور ظاہری
راستوں کو دیکھنے کے لئے قندیل اور لالٹین کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح
اخلاقی اور علمی راحوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے اپنے نبیوں کے ذریعہ جو
علم بھیجا ہے، اس کو حاصل کر کے اور اس سے روشنی حاصل کر کے ہم اپنی
زندگی کے راستے روشن کر سکتے ہیں اور زندگی کو معقول اور کامیاب طریقے
سے گزار سکتے ہیں۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی
تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے مدرسہ خدیجہ الکبریٰ
امین آباد لکھنؤ میں کی تھی۔)



ملاقات والدین سے 35 سال بعد ہوئی (4) اہل کتاب کا کہنا ہے کہ ہدائی کا زمانہ 40 سال کا ہے۔ (الہدایہ ص: 217 ج: 1) اور اس وقت حضرت یوسف کی عمر شریف 120 سال کی تھی۔ (تفسیر مواہب الرحمن ص: 124 ج: 1، الکامل فی التاریخ ص: 165 ج: 1)

سوال: جب حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ سے ملاقات کے لئے مصر کی طرف پہلے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے والد محترم کا استقبال کئے حشم و غلام کے ساتھ کیا؟

جواب: حضرت یوسفؑ نے چار ہزار غلاموں کے ساتھ اپنے والدین کا استقبال کیا۔ (تفسیر مواہب الرحمن ص: 124 ج: 4)

سوال: حضرت یوسفؑ کی زینما سے کتنی اولاد ہوئیں؟

جواب: حضرت یوسفؑ کی زینما سے دو لڑکے پیدا ہوئے (1) الرائیم اور (2) مٹام۔ (الہدایہ والنہایہ ص: 210 ج: 1)

سوال: اہل مصر نے حضرت یوسفؑ کے تابوت کو دریائے نیل میں کس چیز میں بند کر کے دفن کیا تھا اور کہاں دفن کیا تھا؟

جواب: جس وقت حضرت یوسفؑ انتقال فرما گئے تو اہل مصر نے آپ کے بدن میں جھکڑا کیا آخر کار اس امر پر صلح ٹھہری کہ سنگ مرمر کے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل کی بلندی میں دفن کریں اس طرح کہ تمام پانی آپ کے صندوق کے اوپر کو ہو کر مصر تک پہنچے پس تمام لوگ اس تبرک کو برابر استعمال کرتے رہیں۔ (تفسیر مواہب الرحمن ص: 136 ج: 12)

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے صندوق کو دریائے نیل سے کتنے سال بعد لکھوایا؟

جواب: چار سو سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے صندوق کو وہاں سے نکال کر ان کے آباء و اجداد کے قریب دفن کیا۔ (تفسیر مواہب الرحمن ص: 136 ج: 12)

سوال: حضرت یوسفؑ کے عجیب و غریب قصہ کے اہم اخلاقی مسائل بیان کریں؟

جواب: حضرت یوسفؑ کا یہ عجیب و غریب قصہ ارباب بصیرت کے لئے اپنی آغوش میں نہایت

اہم اخلاقی مسائل رکھتا ہے اور اصل یہ قصہ ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ اخلاقی اخلاق کی ایسی درین داستان ہے جس کا ہر پسوسو علمات و اصیبت کے جواہر سے لبریز ہے۔ قوت ایمانی، استقامت، صبر، ہمت، عفت، دیانت، امانت، علو درگزر، جذبہ تبلیغ، واعلائے کلمۃ اللہ کا عشق اور اصلاح و تقویٰ جیسے اخلاقی فاضلہ اور صفات کاملہ کا ایک نادر سلسلہ الذہب ہے جو اس قصہ کے ہر شخص میں متعلق نظر آتا ہے ان میں سے یہ چند امور خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

○ اگر کسی شخص کی ذاتی سرشت عمدہ ہو اور اس کا ماحول بھی پاک، مقدس اور لطیف ہو تو اس شخص کی زندگی اخلاقی کریمانہ میں نمایاں اور صفت عالیہ میں ممتاز ہوگی اور وہ ہر قسم کے شرف و عہد کا حامل ہوگا۔

حضرت یوسف کی مقدس زندگی اس کی بہترین مثال ہے، وہ یعقوب، اسحاق اور ابراہیم جیسے جلیل القدر نبیوں اور خطیبوں کی اولاد تھے اسلئے نبوت اور رسالت کے گہوارہ میں نشوونما پائی اور خانوادہ نبوت کے ماحول میں تربیت حاصل کی، ذاتی نیک نہادی اور فطری پاکی نے جب ایسے لطیف ماحول کو دیکھا تو تمام فضائل و اوصاف حمیدہ چمک اٹھے اور بچپن جوانی اور کھولتے کی زندگی کے تمام گوشے تقویٰ، عفت، صبر و استقامت، دیانت اور عشق الہی کے ایسے روشن مظہر بن گئے کہ عقل انسانی اس مجموعہ کمالات ہستی کو دیکھ کر حیرت ہو جاتی ہے۔

○ اگر کسی شخص میں ایمان باللہ مستقیم و مستحکم ہو اور اس پر اس کا یقین راسخ اور مضبوط ہو تو پھر اس راہ کی تمام صعوبتیں اور مشکلات اس پر آسان ہلکے آسان تر ہو جاتی ہیں۔ اور رعب حق کے بعد تمام خطرات اور مصائب یقین ہو کر رہ جاتے ہیں، حضرت یوسف کی تمام زندگی میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے۔

○ ابتلا و آزمائش مصیبت و ہلاکت کی شکل میں ہو یا دولت ثروت اور خواہشات نفسانی کے خوبصورت اسباب کی صورت میں، ہر حالت میں انسان کو خدا تعالیٰ کی جانب ہی رجوع کرنا چاہئے اور اسی سے التجا کرنی چاہئے کہ وہ اس حق پر ثابت قدم رکھے اور استقامت بخشنے، عزیز کی

کاغیر، لم ہے کہ رسول کے بعد جب قید خانہ سے رہائی کا تمہمت، اور بادشاہ وقت کا بیٹا مہر بلوچ
 اصل ہوتا ہے تو سرست و مشکوئی کے ساتھ فوراً اس کو ایک ٹیس کہتے بلکہ صاف انکار کر دیتے ہیں
 کہ میں اس وقت تک قید خانہ سے باہر نہیں آؤں گا جو تک یہ فعلت نہ ہو جائے کہ معرق و مرقوں سے
 مکر و فریب سے جس قسم کا معاملہ سرے ساتھ کیا تھا اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ فَلَمَّا جَاءَهُ
 الْمُسَوَّى قَالُ فَوَجِعُ بِلِي وَتَكَ فَاسْتَمَعْتَنِي فَفُتِحَ قَلْبُهُ

○ میرا ایک عقیم انسان ختم ہے اور بہت سی برائیوں کے لئے پروردگار کا مروت
 ہے، قرآن حکیم نے سرے سے زیادہ مقامات پر اس کی فضیلت کا اعلان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے
 بہت سے مراتب عالیہ پروردگار سے توفیق کمال اراقی فضیلت پر رکھا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَةً يَتْلُونَ يَا عِزُّوْنَا لَمَّا صَبَرُوا وَوَقَّتْ كَلِمَةً رَبِّكَ الْحَسَنَى
 عَلَى نَفْسِ اسْرَائِيْلَ بِمَا صَبَرُوا (الاعراف)

”مہربم نے ان میں سے مقتدا بنائے، جو تارے احکام کے باہمی بنے جب کہ وہ
 فضیلت میرے حریز ثابت ہوئے۔ اور پورا ہوا تیرے رب کا نیک کلمہ بنی اسرائیل پر اس وجہ
 سے کہ وہ صابر رہے۔“

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِلَيْهِ
 رَاجِعُونَ (سورہ بقرہ)

”مہربم بشارت دے دو ان صابر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے
 تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ جیٹ ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور جیٹ ہم اسی جانب لوٹ جانے والے ہیں“
 فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ آلُؤَالُؤَعَزُّؤُہُ مِنَ الرُّؤُؤَا (سورہ احقاف)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اسی طرح صابر رہو جس طرح بنہ عزیمت والے پیغمبروں نے صابرینہ
 وَاصْبِرُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (بقرہ) اور اللہ سے مدد چاہو میرا اور تمہارے گزریجہ۔
 وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اَنْصَبِرْ نَصْفَ الْاِیْمَانِ

(نصفی فی شعبہ ایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبر نصف ایمان ہے۔

وَسُئِلَ عَنِ الْإِيْمَانِ فَقَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاخَةُ (تہذیبی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے ایک مرتبہ ایمان کی تعریف پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا ”صبر اور دریا دلی“۔

حقیقت میں صبر ایک ایسی صفت کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان برائیوں سے باز رہ سکے

اور نفس ان کی طرف اقدام سے رک جائے، اس لئے یہ صرف انسان ہی کا خاصہ ہے اور تمام

حیوانات سے اس کو امتیاز بخشا ہے۔

صبر کی مختلف اقسام ہیں یا یوں کہئے کہ ان اشیاء کی نسبت کے لحاظ سے جن کی جانب ”

صبر“ کو منسوب کیا جاتا ہے وہ مختلف ناموں سے موسوم ہے۔

پس اگر پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات کے مقابلے میں صبر ہے تو اس کا نام صفت ہے، اور

اگر مصائب پر ہے تو اس کو صبر ہی کہتے ہیں اور اس کی ضد کا نام ”جزع و فزع“ ہے اور اگر ثروت

و دولت کی بہتات کی حالت میں صبر ہے تو اس کا نام ”ضبط نفس“ ہے اور اس کی ضد کو ”بطر“

(چھپور پن) کہتے ہیں اور اگر میدان جنگ اور اسی قسم کے مہلک حالات پر صبر ہے تو وہ

”شجاعت“ کہلاتا ہے اور اس کی ضد کا نام ”جبن“ (بزدلی) ہے اور اگر غیظ و غضب کے حالات

پر صبر ہے تو اس کو ”علم“ کہتے ہیں اور اس کی ضد کو ”تدمر“ یعنی (بے قابو ہونا) کہا جاتا ہے اور اگر

حوادثات زمانہ پر صبر ہے تو اس کا نام ”وسعت صدر“ ہے یعنی (کشادہ دلی اور حوصلہ مندی) ہے

اور اس کی مخالف صفت کو ”ضمیر“ یعنی (تنگ دلی اور بے صبری) کہتے ہیں اور اگر دوسروں کے

پوشیدہ رازوں پر صبر ہے تو اس کا نام ”کتمان سر“ (پردہ پوشی) ہے، اور اگر بقدر کفاف معیشت پر

صبر ہے تو اس کو ”قناعت“ کہتے ہیں اور اگر ہر قسم کی عیش پسندی کے مقابلے میں صبر ہے تو اس کا

نام ”زہد“ ہے۔

صبر کی ان تمام اقسام کا بیان جامع ایجاز و اعجاز کے ساتھ قرآن عزیز کی اس آیت میں

کیا گیا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم) اگر تم شکر گزار ہو تو ہم (تمہاری نعمتوں میں)

اضافہ کرتے رہیں گے،

مگر افسوس یہ ہے کہ انسانی دنیا میں حقیقی شکر گزار اور سپاس گزار بہت ہی کم ہیں۔

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ (سبا) اور میرے بندوں میں حقیقی شکر گزار بہت کم ہیں لیکن حضرت یوسف کو اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بھی بدرجہ کمال عطا فرمائی تھی، ان کی زندگی کے حالات پڑھو اور اندازہ کرو کہ کس طرح جگہ جگہ شکر اور سپاس گزاری کا مظاہرہ نمایاں نظر آتا ہے خصوصاً ختم قصہ پر ان کی جو دعائیں کور ہے وہ ان کے اس وصف کو اور زیادہ نمایاں کرتی ہے، رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مَا تَوَلَّيْتُ الْآخِرِينَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (یوسف - ع: ۱۱) اے پروردگار! بلاشبہ تو نے مجھ کو حکومت بخشی اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے مجھ کو فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالے اور خاص نیک بندوں میں شامل کر دے۔

(10) حسد اور بغض کا انجام حاسد اور بغض کرنے والے کے حق میں ہی مضر ہوتا ہے اور اگرچہ کبھی محسود و مبعوض کو بھی دنیاوی نقصان پہنچ جاتا بھی ممکن ہے، لیکن حاسد کسی حال میں بھی فلاح نہیں پاتا اور خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کا مصداق ہی رہتا ہے، الا یہ کہ تائب ہو جائے اور حاسدانہ زندگی کو ترک کر دے۔

برادران یوسف کے واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان کا انجام بھی مگر چشم بصیرت شرط ہے۔

(11) صداقت، دیانت، امانت، صبر اور شکر جیسے صفات عالیہ سے متصف زندگی ہی حقیقی اور کامیاب زندگی ہے، اور اگر انسان میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے تو پھر وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے، بلکہ اس سے بھی بدتر۔

اولئک کما الاثغام بنی ہم اهل (بقرد) یہ تہر دوسر کس انسان چہ پاؤں جیسے ہیں
بلکان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔

(12) حضرت یوسف کے اخلاق کریمانہ اور صفات عالیہ کی مدحت و منقبت میں سب
سے اہم وہ جملہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا "الکبریم بن الکبریم
بن الکبریم بن الکبریم" یوسف بن یعقوب بن ائحق بن ابراہیم یعنی وہ سلسلہ منسوب جو چار
پشتوں سے کرامت نبوت سے مستغنیض ہے، یوسف بن یعقوب بن ائحق بن ابراہیم کا سلسلہ ہے
، اور ایک روایت میں ہے: "اکثرم الناس یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ"
(بخاری، کتاب التفسیر)

سوال: حضرت یوسف کی وفات کتنی عمر میں ہوئی؟

جواب: حضرت یوسف نے اپنی زندگی کے طویل حصہ عمر کو مصری میں گزارا اور جب ان کی عمر
ایک سو دس سال کو پہنچی تو ان کی وفات ہو گئی، حضرت یوسف نے وفات سے پہلے اپنے خاندان
والوں سے یہ عہد لیا کہ وہ مجھ کو مصر کی زمین میں تدفین کریں گے۔ بلکہ جب خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا
کہ بنی اسرائیل دوبارہ فلسطین یعنی آباء و اجداد کی سرزمین میں واپس ہوں تو میری ہڈیاں وہیں
لے جا کر سپرد خاک کرنا، چنانچہ انہوں نے وعدہ کیا اور جب حضرت یوسف کا انتقال ہو گیا تو ان
کو حوط (مہی) کر کے تابوت میں محفوظ رکھ دیا اور جب موسیٰ کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر سے
نکلے تو اس تابوت کو بھی ساتھ لیتے گئے اور آباء و اجداد کی سرزمین میں ہی لے جا کر سپرد خاک
کر دیا۔ حموی کہتے ہیں کہ یوسف کی قبر بلاطہ میں ہے جو فلسطین کے علاقہ نابلس کا ایک گاؤں ہے
یہ قبر ایک درخت کے نیچے ہے۔ (تقصیر القرآن ج: 1 ص: 335)

سوال: زلیخا مدعی ہوئی کہ (نعوذ باللہ) حضرت یوسف علیہ السلام نے خلل اندازی کی کوشش کی

جواب: یکا یک ایک گواہ شہادت دیتا ہے..... تفسیری روایات میں ہے کہ یہ گواہی دیتے والا زلیخا
کا خالہ زاد بھائی تھا، جو گود کا ایک بچہ ہی تھا، اللہ جل شانہ نے اس معصوم بچہ کو قوت گویائی عطا فرما

دی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چار بچوں نے گود کی حالت میں گفتگو کی۔

○ ابن ماشطہ ○ حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ

○ صاحب جرج ○ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

سوال: زلیخا کے نقشہ سے ایسے نازک مرحلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام برہان رب کی بناء پر محفوظ رہ سکے۔ ”برہان رب“ کیا ہے.....؟

جواب: اس بارے میں تفسیری روایات مختلف ہیں، عام مفسرین نے اس سلسلہ میں جو اقوال نقل فرمائے ہیں، ان میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ برہان رب سے مراد ذات کی حرمت و شاعت کا وہ عین الیقین جو اللہ پاک نے ان کو عطا فرمایا اور اسی عین الیقین کی بدولت جملہ اسباب و دوائی موجود رہنے کے باوجود آپ برائی سے محفوظ رہے۔ اور زلیخا کے مکر و فریب سے اللہ پاک نے آپ کو محفوظ فرمایا۔

○ دوسرا قول یہ ہے کہ جس وقت زلیخا نے آپ کو برائی کی طرف مائل کرنا چاہا، عین اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دکھائی دی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کے سینہ پر ہاتھ مارا، گویا حضرت یعقوب کا دیکھنا مانع ہوا۔

○ تیسرا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور وہ یہ کہ عزیز مصر کی بیوی نے اس وقت اپنے مکان میں دیکھے ہوئے ایک بت پر پردہ ڈال دیا، اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس پر اس عورت نے کہا کہ مجھے اپنے معبود سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ اس برائی کو دیکھے، اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ایسے بت سے شرم محسوس کرتی ہے جو نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا، اور کسی بھی قسم کی حس و حرکت نہیں رکھتا، تو ایسے بت سے ڈرتی ہے لیکن ایسے خدا سے خوف نہیں کرتی جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

بہر حال جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ سب سے بہتر قول اور نبی کی ذات سے قریب تر منصب نبوت کے مطابق وہی قول ہے جو سب سے پہلے ذکر کیا گیا، خلاصہ یہ کہ حضرت یوسف

علیہ السلام ”برہان رب“ کو دیکھ چکے تھے، اس لئے اس عورت کا خیال تک نہ جما اور دوسرے کے درجہ میں معمولی سا خیال آیا اور گزر گیا۔ (روح المعانی، ص ۲۶/۴) □□□

پہلے اپنی فکر!

□ اس زمانے میں یہ مرض عام ہے کہ مسلمان عموماً اپنی اصلاح کی فکر سے بے نیاز رہ کر ملت کی زبوں حالی اور تباہی کا رونا روتے ہیں گو کچھ لوگوں کا جذبہ حسن لوگوں کی نیت پر مبنی ہوتا ہے مگر مرض کا ازالہ مرثیہ خونی اور کفِ افسوس ملنے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا صحیح علاج پہلے اپنی اس کے بعد دوسروں کی اصلاح ہے۔ اور جب اپنی اصلاح سے فراغت ہو جائے تو دوسروں کی فکر ہو۔ صرف دوسروں کی فکر صرف زبان سے کرنا اور اپنے سے غافل رہنا لیڈرانہ شان ہے، میری مخلصانہ خواہش ہے کہ ہم لوگ سب سے پہلے اپنے اپنے احوال پر نظر کریں، اپنی صحت روحانی و اخلاقی و دینی فکر کریں۔ اس کے ساتھ اپنے اہل و عیال اور اپنے خاندان کی خبر گیری کریں اور ان کی اصلاح کی فکر میں لگیں۔ انشاء اللہ اگر ہم اس طرف متوجہ ہوں گے تو سارے مسلمانوں کی حالت بدل جائے گی۔ بے شبہ امت مرحومہ کی پریشاں حالی اور پراگندگی کی کیفیت آپ کو متاثر کرتی ہوگی مگر غور کیجئے کہ اس کا علاج آپ کے ہاتھ میں ہے؟ جب آپ کی استطاعت سے وہ چیز خارج ہے تو اس کی فکر میں پڑ کر اپنا وقت آپ کیوں ضائع کرتے ہیں۔ یہ تو لیڈرانہ قسم کا ایک مرض ہے۔ آپ کو اختیار اپنے اوپر ہے اور اپنے اہل و عیال اور متبعین کے اوپر ہے۔ آپ اپنی اور ان کی اصلاح کی فکر فرمائیں کہ یہ آپ کی استطاعت میں ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ انسان کو پہلے اپنی پاکی کی کوشش کرنی چاہئے اس کے بعد دوسرے کی فکر کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ موجودہ سیاسی لیڈروں کی طرح دوسروں کی فکر تو ہو مگر خود اپنی فکر سے غفلت تام ہو۔ اس سے نہ اپنا ہی بھلا ہوتا ہے نہ دوسروں کا۔

(علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ماخوذ از: سلوک سلیمانی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت شعیب علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



ہر جگہ مسلمانوں کا شعور بیدار ہو چکا ہے.....

الحمد للہ مسلمانوں میں شعور بیدار ہو چکا ہے، اور زندہ رہنے، باقی رہنے اور اپنی عظمت کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان زندہ ہیں، اور زندگی کے سبب رواں دواں ہیں، جو راستے پر چلیں گے، وہ منزل پر پہنچ جائیں گے، ہر جگہ مسلمانوں کا شعور بیدار ہو چکا ہے۔ جو اصحاب شعور اور جذبے کے مالک ہیں، وہ ماضی کی عزت و عظمت کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے جامعہ اسلامیہ سلطانپور میں کی تھی۔)



جواب: حضرت شعیب کا اسم گرامی قرآن حکیم میں دس جگہ آیا ہے۔

سوال: حضرت شعیب کی بعثت کس مقام میں ہوئی؟

جواب: حضرت شعیب کی بعثت مدین میں ہوئی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں ہے بلکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا جو ان کی تیسری بیوی قطورہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا تھا اسلئے حضرت ابراہیم کا یہ خاندان بنی قطورہ کہلاتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی تین بیویاں تھیں۔ سارہ۔ ہاجرہ۔ قطورہ۔

حضرت سارہ کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے ان کے دو بیٹے تھے حضرت یعقوب جو بنی اسرائیل کے باپ قرار پائے، دوسرے عیسو جن کا لقب ادوم تھا۔ سیدہ ہاجرہ کے بطن سے ایک بیٹا ہوا جن کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے۔

سیدہ قطورہ کے بطن سے کئی ایک بچے ہوئے جن میں ایک کا نام مدین تھا۔ عرب ہی میں ان کے باپ نے ان کو بسایا تھا۔

انہی تینوں ازواج سے حسب ذیل مشہور زمانہ قومیں پیدا ہوئیں۔

- بنو قطورہ میں سے اہل مدین اور اہل ودان (اصحاب الایکہ) حضرت شعیب کی قوم۔
- بنو سارہ میں سے ادوم۔ (یعنی حضرت ایوب اور ان کی قوم)
- بنو ہاجرہ میں سے حضرت اسماعیل، اصحاب الحجر، قیدار، قریش، مدین اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل کے پہلو میں حجاز آکر آباد ہو گئے تھے۔ پھر یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا۔ حضرت شعیب بھی چونکہ اسی نسل سے تھے اس لئے ان کی بعثت کے بعد یہ قوم، قوم شعیب کہلائی۔

سوال: حضرت شعیب جس قوم میں مبعوث ہوئے وہ قوم کس گناہ و معصیت میں مبتلا تھی؟

جواب: حضرت شعیب جس قوم میں مبعوث ہوئے وہ قوم خدا بیزارى اور معصیت کاری کا شکار تھی۔ یہ صرف افراد کی حد تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ساری قوم اسی گرداب ہلاکت میں مبتلا تھی۔ ایک

طاقت لسانی میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اپنی قوم کو نرم و گرم ہر طریقے سے رشد و ہدایت کے کلمات ارشاد فرمائے مگر بے نصیب قوم پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، چند ضعیف اور کمزور انسانوں کے علاوہ کسی نے بھی ان کے پیغام حق پر کان نہیں دھرا، وہ خود بھی اسی طرح بد عمل رہے اور دوسروں کی رلو بھی مارتے تھے، لیکن حضرت شعیب کی دعوت حق جاری رہی۔ قوم کے سربراہ آوردہ افراد نے جن کو اپنی شوکت و طاقت پر غرور تھا حضرت شعیب کو دھمکایا کہ یا تجھ کو اور تیری قوم کو اپنی اس بستی سے نکال باہر کر دیں گے یا پھر تم کو ایسا مجبور کر دیں گے کہ تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔

سوال: قوم شعیب کو کتنی قسم کے عذاب نے گھیرا؟

جواب: آخر وہی ہوا جو قانون الہی کا ابدی و سرمدی فیصلہ ہے۔ یعنی حجت و برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور اس کی صداقت کا مذاق اڑایا جائے اور اس کی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالی جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب اس بحرمانہ زندگی کا فیصلہ اور خاتمہ کر دیتا ہے اور آنے والی نسل کے لئے اس کو عبرت و موعظت بنا دیا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قوم شعیب کو دو قسم کے عذاب سے دوچار کر دیا۔ ایک زلزلہ کا عذاب اور دوسرا آگ کی بارش کا عذاب۔

فَاَخْلَقْنٰهُمْ الرُّجْفَةَ یعنی ان کو سخت اور عظیم زلزلے نے آ پکڑا۔

اَخْلَقْنٰهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ سایہ کے دن والے عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ان پر گہرے بادل کا سایہ آیا جب سب اس کے نیچے جمع ہو گئے تو اسی بادل سے ان پر آگ برساتی گئی۔ ”حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان دونوں آیتوں کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ حضرت شعیب کی قوم پر پہلے دن ایسی سخت گرمی مسلط ہوئی گویا جہنم کا دروازہ ان کی طرف کھول دیا گیا ہو جس سے ان کا دم گھٹنے لگانہ کسی سایہ میں چھین آتا تھا نہ پانی میں۔ یہ لوگ گرمی سے گھبرا کر تہہ خانوں میں گھس گئے تو وہاں اوپر سے بھی زیادہ سخت گرمی پائی، پریشان ہو کر

واقعات سے ہم حسب ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

○ سورہ اعراف میں مذکور ہے کہ حضرت شعیب نے اپنی قوم سے فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے پاس تمہارا سدب کی حجت و پتہ آجی ”قُلْ جَاءْتُكُمْ بِبَيِّنَاتٍ مِّنْ رَبِّكُمْ“ مگر قرآن عزیز نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت شعیب کے کسی معجزہ ”آیت اللہ“ کا ذکر نہیں کیا، علماء نے اس سے دو نتیجے نکالے ہیں، ایک یہ کہ اگر نبی اور پیغمبر کسی قسم کا معجزہ نہ بھی لائے اور صرف خدا کے پیغام کے لئے روشن دلائل و براہین کی حجت ہی پیش کرے تو یہ روشن برہان ہی اس کا سب سے بڑا اور عظیم الشان معجزہ ہے دوسرے یہ کہ اس مقام پر ”پتہ“ کی تفصیلات کو خدا کے پردہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ شریعت کے روشن دلائل کے علاوہ حضرت شعیب کو بھی خدا کی جانب سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح کوئی نشان (آیت اللہ) بطور معجزہ عطا کیا گیا ہو اور اگرچہ قرآن نے اس جگہ اس کی تصریح نہیں کی مگر شعیب کے اس خطاب میں اسی جانب اشارہ ہے۔

○ ہماری غلطیوں میں سب سے بڑی مہلک غلطی عرصہ سے یہ رہی ہے کہ ہم قرآن عزیز کی تعلیم سے یکسر غافل ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اسلامی زندگی کے ارکان میں صرف ”عبادات“ ہی اہم رکن ہیں اور معاملات میں درست کاری اور اصلاحی معاشرت کو اسلام میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے کیا وجہ ہے کہ موجودہ دور میں فساد امت کا تو ذکر ہی کیا اکثر اہمیا اور پرہیزگار بھی حقوق العباد اور معاملات میں بے پروا نظر آتے ہیں، مگر حقوق العباد کی حفاظت معاشرتی درست کاری اور معاملات میں دیانت و امانت کو اسلام میں کس درجہ اہم شمار کیا گیا ہے وہ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اللہ نے ایک جلیل القدر پیغمبر کی بعثت کا مقصد اسی کو قرار دیا اور ان کو انہی کی اصلاح کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔

○ خرید و فروخت میں دوسروں کے حق کو پورا ادا نہ کرنا انسانی زندگی میں ایسا روگ لگا دیتا ہے کہ یہ بداخلاقی بڑھتے بڑھتے تمام حقوق العباد کے بارے میں حق تلفی کی خصلت پیدا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



مساوات کے سلسلے میں مغربی اصول اور اسلامی اصول کے درمیان فرق کے نتائج.....

مساوات کے سلسلے میں مغربی تصور نے جو اصول دیا، اس کا یہ مفہوم ہے کہ کوئی دوسرا شخص ہم سے بڑا نہیں ہے اور اسلام نے جو اصول دیا، اس سے یہ تصور بنا کہ ہم دوسروں سے بڑے نہیں ہیں، اب آپ دیکھئے دونوں تصوروں کے درمیان فرق کے نتیجے میں کتنا بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے، اسلامی اصول و مساوات کے لحاظ سے ہر آدمی دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے گا، اور دوسرے کے ساتھ تواضع اختیار کرے گا، اپنے کو بہتر بنانے کی کوشش کرے گا، اور مغربی اصول و مساوات سے یہ اثر پڑے گا کہ آدمی دوسرے کو اپنے سے کتر سمجھے گا، اور اس کے مقابلے میں بڑا بننے کی کوشش کرے گا، اور اس سلسلے میں ظلم و جبر تک جب بات پہنچے گی تو خود غرضی کا چلن عام ہوگا جیسا کہ مغربی معاشرے میں ہو رہا ہے کہ بچہ بھی اپنے بڑے کو بڑا نہ سمجھے، اور بڑا اپنے بچے کو اپنی طرح بڑا سمجھنے پر مجبور ہو۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی

تقریر سے ایک اقتباس جو انہوں نے ۲۳ مارچ ۲۰۱۹ء کو خدا

بخش اور ٹیلی پبلک لائبریری پٹنہ میں کی تھی۔)



شعیب کے پاس پہنچ گیا تھا اور حضرت شعیب نے بکریاں چرانے کیلئے موسیٰ علیہ السلام کو عنایت فرمایا تھا اور یہ جنت کے درخت ریحان کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ (روح المعانی ص: 174) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جنت کے درخت آس کی لکڑی کا تھا۔ (حیات آدم)

سوال: اس عصا کی لمبائی کتنی تھی؟

جواب: بعض نے دس ہاتھ اور بعض نے بارہ ہاتھ بیان کی ہے۔ (روح المعانی ص: 174)

سوال: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عصا جادو گروں کے سامنے ڈالا تھا تو اسکی کیفیت کیا تھی؟

جواب: وہ سانپ بلکہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا تھا اس کے نیچے کا جبر ازمن پر اور اوپر کا جبر از فرعون کے محل کے منڈیر پر رکھا تھا اس وقت اس کے دونوں جبروں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ (حیۃ النبی ان عربی)۔ (حاشیہ جلالین ص: 138 پ: 9 پر 80 ہاتھ کے فاصلہ کا ذکر ہے)

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے دریائے قلزم میں ڈالنے سے قبل کتنے دنوں تک دودھ پلایا اور دریا میں کس دن ڈالا؟

جواب: دریائے قلزم میں ڈالنے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے تین مہینے تک دودھ پلایا اور جمعہ کے دن دریا میں ڈالا۔ (حیۃ النبی ان ص: 26 ج: 2)

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے تو راستہ کیوں بھول گئے تھے؟

جواب: اس میں ایک قول تو یہ ہے کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے ملک شام جانے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا تھا کہ تم جاتے وقت حضرت یوسف کی نعش مبارک کو اپنے ساتھ ملک شام لے جانا، مگر موسیٰ علیہ السلام کو یاد نہ رہا اور نعش مبارک ساتھ نہیں لی جس کی وجہ سے راستہ بھول گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے اور راستہ بھول گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کیا بات ہے؟ ہم راستہ کیوں بھول گئے؟ تو بنی اسرائیل کے علماء نے بتلایا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب حضرت یوسف کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ جب تم مصر سے جاؤ تو میری نعش بھی نکال

سوال: کوہ طور پر ہم کلامی کے وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرا کون تھا؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام تھے مگر جبریل علیہ السلام نے ہم کلامی کے دوران جو باتیں ہوئیں وہ نہیں سنیں۔ (تفسیر بغوی ص: 196 ج: 1)

سوال: تورات کی تختیوں میں کتنا وزن تھا کتنے سال میں ایک تختی پڑھی جاتی تھی اور اس وقت ان کو کون پڑھتا تھا؟

جواب: تورات کی تختیوں میں اتنا وزن تھا جس کو 70 اونٹ اٹھا سکیں اور تورات کے تختیوں کی شکل میں اجزاء بنے ہوئے تھے ایک تختی یعنی ایک جزء ایک سال میں پڑھا جاتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع، حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان چاروں کے علاوہ کوئی ان کی تلاوت نہ کرتا تھا۔ (تفسیر بغوی ص: 199 ج: 2)

سوال: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے کتنے بچوں کو کہاں جادو سیکھنے کے لئے بھیجا تھا اور سکھانے والا کون تھا؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لئے فرعون نے جہاں جادوگروں کو اکٹھا کیا وہاں بنی اسرائیل کے 70 یا 72 بچوں کو (جن میں دو قبیلے تھے) غینوا مقام پر بھیجا تھا، غینوا کے رہنے والے دو مجوسی ان کو جادو سکھلاتے تھے۔ مفسرین نے ان بچوں کی تعداد میں اختلاف کیا۔ (1) بارہ ہزار تھے (2) امام سدی فرماتے ہیں کہ بچے تیس ہزار کے قریب تھے (3) عکرمہ فرماتے ہے کہ 70 ہزار تھے (4) محمد بن المنکدر فرماتے ہیں کہ ان بچوں کی تعداد 80 ہزار تھی۔

(تفسیر بغوی ص: 187 ج: 2)

سوال: جادو گروں کے سردار کا نام کیا تھا؟

جواب: حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ جادوگروں کے سردار کا نام شمعون تھا اور ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کا نام یوحنا تھا۔ (تفسیر بغوی ص: 187 ج: 2)

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے فرعون نے کتنے جادوگروں کو جمع کیا اور ان

ہو جاتی ہے اہل فرعون کی مسلسل نافرمانی و ظلم کے نتیجے میں ایک عذاب اس قسم کا آیا۔

○ **طوفان:** اکثر مفسرین کرام نے اس طوفان سے پانی کا طوفان مراد لیا ہے جس میں اولے بھی برستے تھے۔ اگرچہ طوفان دوسری چیزوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ قوم فرعون کے سب گھروں زمینوں کو پانی کے طوفان نے گھیر لیا نہ کہیں بیٹھنے لیٹنے کی جگہ رہی نہ زمین میں کاشت کرنے کا موقع رہا۔

○ **جراد:** (مڈیوں کا عذاب) اس سے مراد مڈی دل ہے جو غول بیابانی کی شکل میں کھیتوں اور باغات پر ٹوٹ پڑتا ہے اور آٹا قانا میلوں لے چوڑے کھیتوں کو چٹ کر جاتا ہے۔ اگر یہ ایک مرتبہ بھی آجائے تو پوری فصل تباہ ہو جاتی ہے جبکہ یہ بطور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا تھا جب کبھی کھیت اور باغات سرسبز ہوئے یہ دل ٹوٹ پڑتا اور سب چٹ کر جاتا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ یہ مڈیاں لکڑی کے دروازوں اور چھتوں اور گھریلو سامان سب کو کھا گئیں۔

○ **قمل:** جس کے معنی جوں کے ہیں اس کا اطلاق جوں، چھوٹی مکھی، چھھر، سُرسُری وغیرہ پر کیا جاتا ہے۔ قمل کا یہ عذاب بھی وہابی شکل میں آیا۔ اناج اور غلے میں بھی یہ اتنی کثرت سے پیدا ہو گئے کہ کسی محفوظ ذخیرہ کو بھی تباہ کئے بغیر نہ چھوڑا۔ ملک کے سارے گودام بھوس کی طرح مغز سے خالی ہو گئے۔ دوسری طرف انسانی سروں اور کپڑوں میں بھی بکثرت پیدا ہو گئے۔ سروں کے بال اکھڑ گئے اور چہرے بے رونق ہو گئے۔ اس عذاب نے بھی ساری زندگی تلخ کر دی۔

○ **ضفادع:** (مینڈکوں کا عذاب) مینڈک کی پیدائش اور رہائش عموماً پانی میں ہوا کرتی ہے اور یہ مخلوق کا دراصل پانی کے جانوروں میں شمار ہوتا ہے لیکن جب اللہ کے عذاب کے طور پر مسلط ہو جائے تو ان مینڈکوں نے انسانی گھروں کا رخ کیا۔ اس کثرت سے گھروں میں پیدا ہونے لگے کہ کوئی جگہ خالی نہ چھوڑی جہاں مینڈکوں نے اپنا ٹھکانا نہ بنالیا ہو۔ بسترؤں میں، کپڑوں میں، کھانے پینے کے برتنوں میں، حتیٰ کہ بچی ہوئی غذاؤں تک میں پیدا ہو گئے۔

اس حیرت ناک عذاب سے سب روپڑے اور ہر دفعہ کی طرح وعدہ کیا کہ وہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی پیروی کریں گے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب دور ہوا تو پھر وہی مخالفت و سرکشی شروع کر دی۔

○ ۴۵: (خون کا عذاب) اس سے مراد ایسا عذاب تھا جو ہر کھانے پینے کی چیزوں کو خون میں تبدیل کر دیا کرتا تھا۔ جب کوئی غذا تیار کی جاتی تو تیار ہونے کے بعد معا خون بن جاتی۔ کنویں، حوض، نہر سے کسی بھی ذریعہ سے پانی نکالا جائے تو وہ خون کی شکل میں برآمد ہوتا بھوک و پیاس سے عاجز و درماندہ ہو گئے۔ نجات کی کوئی صورت نہ تھی جو انہیں میسر آتی اور مفسرین کرام یہ عجیب و غریب بات بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر ایک اسرائیلی (قوم موسیٰ) اور ایک فرعون کا کھانا کھاتے تو جو لقمہ اسرائیلی اٹھا تا وہ اپنی حالت پر کھانا ہوتا تھا اور جو لقمہ یا پانی کا گھونٹ فرعون اسی دسترخوان سے منہ میں لیتا، خون بن جاتا۔ یہ عذاب بھی بدستور سات دن تک باقی رہا۔ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے رفع ہوا لیکن قوم پھر وہی بغاوت پر اتر آئی۔

ابن منذر نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ان میں سے ہر عذاب قوم فرعون پر سات روز تک مسلط رہتا تھا۔ ہفتہ کے دن شروع ہوتا پھر دوسرے ہفتے کو دور ہو جاتا پھر تین ہفتے کی انہیں مہلت دی جاتی تھی تاکہ وہ توبہ کر لیں لیکن جو نہی وہ عذاب رفع ہوتا سرکشی و بغاوت پر اتر آتے۔

امام بغوی نے ان ہی حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ جب پہلی مرتبہ قوم فرعون پر قحط کا عذاب آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے رفع ہو گیا مگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے میرے پروردگار یہ ایسے سرکش لوگ ہیں کہ عذاب قحط سے بھی متاثر نہیں ہوئے اور معاہدہ کر کے پھر گئے۔ اب ان پر کوئی ایسا عذاب مسلط فرما دیجئے جو ان کے لئے دردناک ہو اور میری قوم کے لئے وعظ کا کام بھی دے اور بعد میں آنے والوں کے لئے درس عبرت بنے تو اللہ نے ان پر یکے بعد دیگرے عذاب کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ تسع سنین کی تفصیلات اور فرعون اور قوم فرعون کا ظلم و نافرمانی کی تفصیلات سورۃ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو یہ اطلاع کر دی تھی کہ چالیس سال تک اب تم کو اسی سرزمین میں بھٹکنا پڑے گا اور سرزمین مقدس میں ان افراد میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا، جنہوں نے داخل ہونے سے اس وقت انکار کر دیا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کو یہ بھی بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون بھی تمہارے پاس ہی رہیں گے کیونکہ ان کی آنے والی نسل کی رشد و ہدایت کے لئے ان دونوں کا یہاں موجود رہنا ضروری ہے، چنانچہ جب بنی اسرائیل ”تہ“ کے میدان میں گھومتے اور پھرتے پھراتے پہاڑ کی اس چوٹی کے قریب پہنچے جو ”ہور“ کے نام سے مشہور تھی تو حضرت ہارون کو پیغام اجل آپہنچا، وہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم سے ”ہور“ پر چڑھ گئے اور وہیں کچھ روز عبادت الہی میں مصروف رہے اور جب حضرت ہارون علیہ السلام کا وہاں انتقال ہو گیا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی تجہیز و تکفین کے بعد نیچے اترے اور بنی اسرائیل کو ہارون کی وفات سے مطلع کیا۔ تو رات میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:-

”اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت قافوں سے روانہ ہو کر کوہ ”ہور“ پہنچی اور خداوند نے کوہ ہور پر جو آدم کی سرحد سے ملا ہوا تھا، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون سے کہا، ہارون اپنے لوگوں میں جا ملے گا کیونکہ وہ اس ملک میں جو میں نے بنی اسرائیل کو دیا ہے جانے نہیں پائے گا اس لئے کہ مریہ کے چشمہ پر تم نے میرے کلام کے خلاف عمل کیا لہذا تو ہارون اور اس کے بیٹے الیعر زکو اپنے ساتھ لیکر کوہ ہور کے اوپر آ جا اور ہارون کے لباس کو اتار کر اس کے بیٹے الیعر زکو پہنا دینا، کیوں کہ ہارون وہیں وفات پا کر اپنے لوگوں میں جا ملے گا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے خداوند کے حکم کے مطابق عمل کیا اور وہ ساری جماعت کی آنکھوں کے سامنے کوہ ہور پر چڑھ گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کے لباس کو اتار کر اس کے بیٹے الیعر زکو پہنا دیا اور ہارون نے وہیں پہاڑ کی چوٹی پر رحلت کی تب موسیٰ علیہ السلام اور الیعر زکو پہاڑ پر سے اتر آئے، جب جماعت نے دیکھا کہ ہارون نے وفات پائی تو اسرائیل کے سارے گھرانے کے لوگ ہارون پر تیس دن تک ماتم کرتے رہے۔ □□□

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

ﷺ

ہم مسلمانوں کو شیطان دھوکہ تو
نہیں دے رہا ہے!.....

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اطاعت اور ان کے اعمال و
اخلاق کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانا ہی اللہ پاک و برتر سے محبت اور
مقبولیت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا:
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ -

اس لئے ہم مسلمانوں کو اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی محبت کرتے ہیں یا ہم کو شیطان دھوکہ دے رہا ہے،
اور ہم سب انسانوں کو ہمارے پروردگار نے حکم دیا کہ اس عظیم اور رحمۃ للعالمین
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اس میں ہماری کامیابی
اور نجات ہے۔

(مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے
خطبہ سے ایک اقتباس جو انہوں نے ایک عظیم الشان جلسہ میں
پیش کیا تھا۔)



(3) جس قوم پر خدا کا فضل و احسان اور انعام و اکرام کھلی ہوئی نشانیوں کے ذریعہ ہوتا ہے وہ اگر شکر و اطاعت کی بجائے ناسپاسی اور نافرمانی پر اتر آتی ہے تو پھر جلد ہی خدا کی بطش شدید اور سخت گرفت کا شکار بھی ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی سرکشی و بغاوت مشاہدہ اور تجربہ کے بعد ہے اور بے شبہ سخت سزا کی مستوجب ہے۔ □□□



(زوجہ نبی زکریا علیہ السلام)

- ◆ ایک نبی کریم کی اہلیہ..... ایک نبی کی والدہ..... اور ایک نبی کی خالہ۔
 ◆ بانجھ تھیں، ان کے یہاں اولاد نہیں ہوتی تھی مگر بفضل خدا ان کے یہاں اولاد ہوئی۔
 ◆ اللہ عزوجل نے انہیں وہ پیاری خوشخبری عطا فرمائی جس پر ہر عورت فخر کرتی ہے (ماتا کی خوشخبری)۔
 ◆ وہ اللہ عزوجل کی اطاعت اور اخلاص میں اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھیں۔

والله

(زوجہ لوط علیہ السلام)

- ◆ جو اپنے شوہر کے خلاف اپنی قوم کی مددگار اور ان کی جاسوس تھی اور اپنے شوہر کے راز افشا کرنے اور ان کی دعوت میں رکاوٹ ڈالنے والی تھی۔
- ◆ بد اخلاق، بد خصلت اور بگڑی فطرت والی تھی۔
- ◆ اپنی گمراہ قوم کے ساتھ ہلاک ہو گئی۔ (نساء الانبیاء)

آج وہ محبت نظر نہیں
آتی.....

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

اعمال تو ہیں اعمال کے اندر جان نہیں ہیں۔ وہ جو اللہ کی محبت

تھی جس میں ڈوب کر ہمارے اکابر زندگی گزارا کرتے تھے آج وہ

محبت نظر نہیں آتی۔ اللہ کی محبت کو اپنے دل میں بڑھا لیجئے پھر

دیکھئے اللہ رب العزت کیا مہربانی فرماتے ہیں۔

(از اقادات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم)

(انمول حدیث ص: ۱۰۵)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت حزقیل علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



دعوت میں اثر پیدا کرنے کے پانچ نسخے...

جو داعی یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعوت میں اثر پیدا ہو اسے چاہئے کہ درج ذیل
پانچ کام کرے۔

﴿۱﴾ ضروری علم حاصل کرے۔

﴿۲﴾ تقویٰ اختیار کرے۔

﴿۳﴾ سنت کا اہتمام کرے۔

﴿۴﴾ ساری دنیا کے انسانوں کے لئے بھیجا ہوا سمجھے اور امت کا درد سینے میں ہو۔ کیونکہ

اس وقت بہت سے اہل علم کے اندر پہلی ۳ صفات تو ہیں لیکن امت کا درد نہیں ہے۔ اس

وجہ سے وہ در در پھرنے کو ذلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی

سنتوں میں سے ایک ہے۔

﴿۵﴾ اپنے نفس کی اصلاح کرے، یعنی روح کی بیماریوں کی بھی اصلاح
کرے۔

﴿تبلیغ بالیقین کا رنہوت ہے، حصہ دوم، ص: ۲۴۱﴾



(۱۵) حضرت حزقیل علیہ السلام

سوال: حضرت حزقیل کا نام یا نسب اور بعثت کا واقعہ تحریر فرمائیں؟

جواب: طبری کہتے ہیں کہ جس بستی نے بنی اسرائیل کی روحانی اور دنیوی قیادت و راہنمائی کا فرض انجام دیا ہے وہ حزقیل ہیں۔ تورات میں ہے کہ وہ یوزی کا بن کے بیٹے ہیں اور ان کا نام حزقی ایل ہے۔ عبرانی زبان میں ایل اسم جلالت ہے اور حزقی کے معنی قدرت اور قوت کے ہیں، اس لئے عربی زبان میں اس مرکب نام کا ترجمہ ”قدرت اللہ“ ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت حزقیل کے والد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا اور جب ان کی بعثت کا زمانہ قریب آیا تو ان کی والدہ بہت ضعیف اور معمر ہو چکی تھیں، اس لئے اسرائیلیوں میں یہ ”ابن العجز“ (بڑھیا کا بیٹا) کے لقب سے مشہور تھے (تاریخ ابن کثیر ج: 2 ص: 93)

حضرت حزقیل عرصہ دراز تک بنی اسرائیل میں تبلیغ حق کرتے اور ان میں دین و دنیا کی راہنمائی کا فرض انجام دیتے رہے۔ تاہم ان کا اسم مبارک قرآن حکیم میں موجود نہیں البتہ سورہ بقرہ میں ایک بیان کردہ واقعہ کے متعلق عام مفسرین کا خیال ہے کہ وہ واقعہ انہی سے منسوب ہے

سوال: کیا قرآن مجید میں حضرت حزقیل نبی کا نام مذکور ہے؟

جواب: قرآن کریم میں حزقیل نبی کا نام مذکور نہیں ہے لیکن سورہ بقرہ میں بیان کردہ ایک واقعہ کے متعلق سلف صالحین سے جو روایات منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق حضرت حزقیل کے ساتھ ہی ہے۔

کتب تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت سے جب ان کے بادشاہ یا ان کے پیغمبر حزقیل نے یہ کہا کہ فلاں دشمن سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور اعلاء کلمۃ اللہ کا فرض ادا کرو تو وہ اپنی جانوں کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ یقین کر کے کہ اب جہاد سے بچ کر موت سے

حضرت الیاس

علیہ السلام



موسسہ بدیع الزمان ندوی لاہور



عورت اصلاح معاشرہ کی اصل بنیاد ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کی پیدائش ہی منحوس سمجھی جاتی تھی اور اس کا وجود
عی معاشرے میں باعث شرم تھا۔ مگر اسلام نے نہ صرف یہ کہ اس کو مظالم سے
بجات دلائی۔ بلکہ اس کو وہ جملہ حقوق بھی عطا کئے۔ جن سے وہ محروم بھی جاتی تھی
دین اسلام نے عورت کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی۔ اور معاشرے کے اندر اس کی
قدردانیت اور اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے اس کو باعزت مقام بخشا۔ عورت معاشرے کا
اہم جزء ہے۔ بلکہ اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے۔ تو عورت ہی معاشرے کی اصل بنیاد ہے
۔ کیونکہ عورت کے زیرِ سایہ نئی نسل پروان چڑھتی ہے اور گھر کے اندر دینی ماحول کی اصلاح
عورت کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ اگر عورت کا جذبہ بدینی ہو اور اس کی فکر آخرت کی فکر ہو تو اس کی
وجہ سے گھر کا پورا ماحول دینی بن سکتا ہے۔ بچوں اور بچیوں کا نیک و صالح دین دار و تقویٰ دار بننا
آسان ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی عورت کا ذہن آزاد ہے لگام اور آخرت سے غافل ہو۔ تو اس کی
گھر کے اندر اسلامی فضا اور دینی ماحول بنانا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔

اس لئے مستورات کی دینی تعلیم و تربیت، ان کی اصلاح اور ان کے دلوں
میں فکر آخرت پیدا کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

﴿تبلیغ بالیقین کا رنبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۵۳۶/۵۳۷﴾



(۱۶) حضرت الیاس علیہ السلام

سوال: حضرت الیاس کا اسم گرامی اور سلسلہ نسب کیا ہے؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون کے بعد قرآن حکیم میں سب سے پہلے جس نبی کا ذکر صراحت کے ساتھ آیا ہے وہ حضرت الیاس ہیں۔ یا حزقیل کے جانشین اور بنی اسرائیل میں ایلیانہی سے مشہور ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کا نام الیاس بتایا ہے اور انجیل میں ان کو ایلیانہی کہا گیا ہے، حضرت الیاس کا ذکر خیر قرآن حکیم میں صرف دو مقام پر آیا ہے اور ایک سورہ انعام میں دوسرے سورہ صافات میں، سورہ انعام میں تو صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک فہرست میں آپ کا اسم گرامی موجود ہے اور کوئی واقعہ یا تفصیل موجود نہیں البتہ سورہ صافات میں آپ کی دعوت و تبلیغ کا مختصر تذکرہ ملتا ہے۔

کتاب تفسیر میں آپؐ کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں جن میں بیشتر اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہیں بعض مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت الیاس اور ادریسؑ ایک ہی رسول کے نام ہیں لیکن اہل تحقیق نے ان اقوال کی تردید کی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے حضرت ادریسؑ اور حضرت الیاسؑ کا تذکرہ جدا جدا کیا ہے اور دونوں کی نوعیت دعوت کو بھی مختلف بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام مؤرخین نے حضرت ادریسؑ کا جو سلسلہ نسب بیان کیا ہے وہ حضرت الیاسؑ کے سلسلہ نسب سے بالکل مختلف ہے اور پھر تاریخی لحاظ سے دونوں میں صدیوں کا تفاوت بھی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ ”البدایہ والنہایہ“ ص: 339 پر تمام اقوال نقل کرنے کے بعد صحیح اسی کو قرار دیا ہے دونوں حضرات مستقل رسول ہیں۔ حضرت ادریسؑ سیدنا نوحؑ و سیدنا ابراہیمؑ کے درمیانی دور میں مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت الیاسؑ اسرائیلی نبی ہیں، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے مؤرخ طبری نقل کرتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ حضرت ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی تھے اور ان کی بعثت حضرت حزقیل کے بعد ہوئی اور یہ کہ حضرت

الیاس، حضرت ہارون کی اولاد سے ہیں۔ سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ الیاس بن یاسین بن یحییٰ بن مرز بن ہارون۔

سوال: حضرت الیاس کی بہشت کہاں اور کس قوم میں ہوئی؟

جواب: حضرت الیاس کی بہشت کے حلقہ منقرین اور مورنجن کا اتفاق ہے کہ وہ شام کے باشندوں کی ہجرت کے لئے بھیجے گئے تھے اور ملک کا مشہور شہر ان کی رسالت و ہجرت کا مرکز تھا۔

حضرت الیاس کی قوم مشہور بت بعل کی پرستار اور توحید سے بیزار ترک میں مبتلا تھی۔ خدا کے برگزیدہ پیغمبر نے ان کو سمجھایا اور راہ ہجرت دکھائی۔ منم پرستی اور کواکب پرستی کے خلاف دھوکہ دہ کر کے نئے توحید خالص کی جانب دعوت دی۔

یہ مشرق میں آباد سامی اقوام کا مشہور اور سب سے زیادہ مقبول دیوتا تھا۔ یہ بت ذکر تھا اور بعل یا مشتری کا شئی سمجھا جاتا تھا۔ □□□

ابراہیم علیہ السلام کی بیویاں

(الف)..... حضرت سارہ علیہا السلام (ب)..... حضرت ہاجرہ علیہا السلام

- اسحاق علیہ السلام کی والدہ اور محبوبہ علیہا السلام کی دادی ○ روئے زمین کی حسین ترین اور فیرت مند خاتون ○ بانجھ تھیں..... اور پھر انہوں نے وہ بشارت سنی جو فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھی، نیک و صالح اولاد کی ○ موسیٰ، متقی، اللہ تعالیٰ نے شاو معمر کے شر سے ان کی حفاظت فرمائی ○ اپنے شوہر ابراہیم علیہ السلام کی فرماں بردار، ان سے شدید محبت کرنے والی بیوی ○ معمری تھیں ○ شاو معمر نے سارہ علیہا السلام کی خدمت کیلئے انہیں بادیہ کے طور پر پیش کیا تھا ○ موسیٰ، متقی، عبادت گزار، باطنی برصاف بے خطی خاتون تھیں جن کا دل یاد خدا سے معمور ہوتا تھا ○ سارہ نے انہیں اپنے شوہر ابراہیم علیہ السلام کو بہرہ دیا تھا تو ان سے نیک و صالح فرزند پیدا ہوئے ○ ام العرب..... اور اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ○ اپنے شوہر کی اطاعت گزار بیوی، جو اطاعت خدا میں اپنے شوہر کی معاون و مددگار تھیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت اسیح علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



تبلیغ کی محنت کی مثال

○ ایک شخص کسی کو نماز یا سورۃ فاتحہ سکھائے اور وہ سیکھنے والا ۷۰ سال زندہ رہے اور نماز بھی پڑھتا رہے تو اس سکھانے والے کو ۷۰ سال کی نماز کا ۷۰ سال کی سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ثواب ملے گا اس سے بڑھ کر اور کیا نفع ہو سکتا ہے کسی انفرادی عمل میں۔

○ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے کبھی تین چلہ نہیں کہا وہاں تو موت تک تشکیلیں ہوا کرتی تھیں۔
○ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کام چلہ ۳ چلہ کا نہیں ہے، بلکہ موت تک کا ہے۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۲۳۳﴾

دعوت و تبلیغ کی حقیقت و اہمیت

اپنے یقین و عمل کو درست کرنے اور سارے انسانوں کو صحیح یقین و عمل پر لانے کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ محنت کو سارے عالم میں زندہ کرنے کی کوشش کرنا۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۲۳۳﴾



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت شموئیل علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



حضرت امام احمد بن حنبلؒ

اور فکرامت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہزاروں آدمی اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کے جنازے میں ۳۵ لاکھ آدمی شریک ہوئے اور ۳۵ ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے حصہ دوم، ص: ۱۸۸﴾

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور فکرامت

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی صرف ایک بیان میں ہزاروں آدمی تائب ہوئے اور آپ کے ہاتھوں ۲۲ ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔

﴿آنسوؤں کا سمندر﴾

شیخ زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور فکرامت

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شیخ زکریا صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ۸۰ ہزار آدمی ایمان لائے۔

﴿خطبات محمود ج ۲ ص: ۲۳۵﴾



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت داؤد

علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

ہندوستان میں اسلام

کیسے پھیلا.....؟

معزز حضرات! جس طرح اسلام وسط ایشیا وغیرہ میں اپنی حقانیت اور علماء صلحاء کی مساعی کی بناء پر پھیلا۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی اسلام اسی قسم کی مساعی اور اپنی سچائی کی بناء پر مقبول عام ہوا۔ ۳۹۵ھ میں سید اسماعیلؒ لاہور بخارا سے تشریف لائے، آپ علوم ظاہری اور باطنی، علم فقہ و تفسیر وغیرہ میں امام وقت تھے۔ سب سے پہلے اسلامی واعظین میں سے آپ یہاں آئے۔ آپ کی مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیض یا ب ہوتے تھے، آپ کا بیان اس قدر موثر ہوتا تھا کہ ہر روز سینکڑوں آدمی مشرف باسلام ہوتے تھے۔ جب یہ پہلے لاہور میں تشریف لائے ہیں اور پہلے جمعہ کو آپ نے ممبر پر بیان کیا تو دو سو پچاس آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ دوسرے جمعہ کو پانچ سو آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ تیسرے جمعہ کو ایک ہزار کفار و مشرکین زمرہ اہل توحید میں داخل ہوئے اس طرح آپ کے ذریعہ نہایت کثرت سے لوگ داخل اسلام ہوتے رہے۔ آپ کی وفات ۴۲۵ھ میں لاہور میں واقع ہوئی۔

﴿تاریخ اولیاء جلد اول ص: ۲۲۳﴾



ادراک عام انسانوں کو نہیں ہے وہ زندہ ہیں مردہ نہیں ہے۔ مشہور محدث ابن حزمؒ نے اپنی کتاب ”المفصل“ میں اس موقع پر ایک شبہ پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام تو یہ بیان کرتا ہے کہ کائنات کی ہر شئی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ایک دہری (اللہ تعالیٰ کا منکر) انسان بھی شئی میں داخل ہے۔ حالانکہ وہ کسی لمحہ اللہ کی تسبیح نہیں کرتا لہذا آیت کا عموم کیسے باقی رہے گا۔

علامہ ابن حزمؒ کا یہ شبہ دراصل کوئی حقیقی وزن رکھتا ہے اور نہ اتنا اہم ہے۔ شاید شبہ بیان کرتے وقت ان کی نظر قرآن حکیم کے اس مطلب و مراد سے اوچھل ہو گئی جو اس مقام پر قرآن کے پیش نظر ہے۔

قرآن حکیم یہ خود بیان کر رہا ہے اور اس کا مقصد بیان بھی یہی ہے تا فرمان انسان کے علاوہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے اور یہ انسان ہی ہے جو انکار اور بغاوت کر رہا ہے۔ قرآن حکیم کا سیاق و سباق خود اس کا اظہار کر رہا ہے۔

الغرض قرآن حکیم کا یہ ارشاد کہ کائنات کی ہر شئی اللہ کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے۔ اور زبان حال کے ساتھ اس کی تاویل کرنا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے البتہ انکی یہ تسبیح و تحمید انسانوں کے عام فہم و ادراک سے بالاتر رکھی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے تحت کبھی کبھی انبیاء و رسل کو اس کا فہم و ادراک عطا ہو جاتا ہے۔ جو ان کے لئے بطور معجزہ و دلیل کے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جب وہ صبح و شام اللہ کی حمد و ثنا کرتے تو چہرہ پرندہ پرند اور پہاڑ بھی بلند آواز سے اللہ کی تسبیح و تحمید میں ان کی ہموائی کرتے اور حضرت داؤدؑ انکی تسبیح کو ظاہری کانوں سے سنتے اہل عقل کا اس پر اتفاق ہے کہ گفتگو اور قول کیلئے ”نطق و زبان“ شرط نہیں۔ اگر کسی شئی میں حیات اور صوت (آواز) موجود ہیں تو اس کی جانب قول کی نسبت درست و صحیح ہے لہذا جانوروں کا تسبیح کرنا کچھ بعید نہیں، جدید سائنس کے دور میں تو یہ مشاہدہ ہو رہا ہے کہ نباتات کے اندر بھی ”حیات و احساس“ دونوں موجود ہیں، ”چھوٹی موٹی“ کا درخت ہاتھ لگانے سے مرجھا جاتا ہے۔ اور ہاتھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت سلیمان علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

ہارون رشید اور فکر امت....

حیۃ النحویان میں علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہارون الرشید کے زمانہ میں علماء نے مشورہ کیا کہ دنیا میں کوئی ایسی جگہ ڈھونڈی جائے جہاں دین اسلام نہ پہنچا ہو۔ چنانچہ ایک جگہ جماعت بھیجنے کا مشورہ ہوا اور وہ جماعت اس جگہ تین سال تک سفر کر کے پہنچی تو دیکھا کہ وہاں اذان ہو رہی ہے۔ وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اسلام کیسے آیا؟ وہ لوگ ایک قبر پر لے گئے اور کہا کہ یہ ”صاحب قبر“ یہاں آئے تھے۔ پھر انہوں نے اونٹ کی ہڈیاں اور کچھ قرآن کا حصہ دکھایا تو جسے وہ صحابی لکھ کر یا لکھا ہوا لائے تھے۔

میرے دوستو! قربان جائیں صحابہ کتنی دور دور تک انہوں نے اس کلمہ کو پہنچایا، نہ گھر کو دیکھا، نہ بیوی بچوں کو دیکھا، نہ کاروبار کو دیکھا، دیکھا تو صرف اللہ کے دین کو دیکھا۔ بس ہر موقع پر دین کے تقاضے کو مقدم رکھا۔ ﴿حیۃ النحویان﴾



(۲۰) حضرت سلیمان علیہ السلام

سوال: ارشاد باری وَلَقَدْ لَتَّنا مُلْكِمٰنَ مِّنْ حَضْرَتِ سُلَيْمٰنَ كَاشِحٰنِ كَسَّۙتَ لَیْمًا كَیْمًا؟

جواب: امتحان کی وجہ یہ پیش آئی کہ حضرت سلیمانؑ نے سمندر کے ایک جزیرے کے بادشاہ سے جنگ کی اس جزیرے کو فتح کر کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کر لی اس لڑکی کا باپ (بادشاہ) لڑائی میں مارا گیا تھا اسکو جب اپنا باپ یاد آتا تھا تو وہ لڑکی روٹی تھی، حضرت سلیمانؑ نے اس کے باپ کی شکل کا مجسمہ (حضرت سلیمانؑ کی شریعت میں تصویریں اور مجسموں کا بنانا جائز تھا ہماری شریعت میں حرام ہے) جنات سے بنوا کر بیوی کو دیدیا تھا چند دنوں تک تو وہ لڑکی اس مجسمہ کو دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دیتی رہی پھر اس نے اس مجسمہ کی عبادت شروع کر دی جس کی وجہ سے حضرت سلیمانؑ کو امتحان میں ڈالا گیا مگر محققین حضرات فرماتے ہیں کہ آزمائش کا سبب وہ ہے جو بیماری و مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ میں آج رات اپنی 90 بیویوں پر اور ایک روایت میں ہے کہ سو بیویوں پر چکر لگاؤں گا یعنی ان سے جماع کروں گا اس جماع سے ہر ایک بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو مجاہدنی سبیل اللہ بنے گا ان کے ساتھی نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ کہہ دو مگر انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس سے صرف ایک بچہ پیدا ہوا وہ بھی ناقص۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو سارے بچے مجاہدنی سبیل اللہ ہوتے۔ (صادی ص: 358 و ص: 359 ج: 3)

سوال: حضرت سلیمانؑ کی اس مذکورہ بیوی کا نام کیا تھا اس نے مجسمہ کی عبادت کتنے دن کی

اور حضرت سلیمانؑ کتنے دن آزمائش میں رہے؟

جواب: بیوی کا نام جراحہ تھا 40 دن اس نے عبادت کی اور 40 دن آزمائش رہی۔

(ساری مں: 358 ج: 3)

سوال: حضرت سلیمان جس عورت کو اپنی انگوٹھی دے جایا کرتے تھے یہ کون تھی اور نام کیا تھا؟

جواب: یہ حضرت سلیمان کی ام ولد تھی اس کا نام امینہ تھا۔

(صادی ص: 358 ج: 3 و جلالین ص: 382 ج: 2)

سوال: جس جن نے حضرت سلیمان کی انگوٹھی چرائی تھی اس کا نام کیا تھا اور کتنے دن اس

نے حکومت کی؟

جواب: اس جن کا نام صحر تھا (بمستی چٹان) چونکہ یہ بھی بہت بڑے رُخسہ والا تھا اسی وجہ سے

اس کا نام صحر تھا۔ اور یہ سلیمان کی صورت پر تھا اور اس جن نے چالیس دن تک حکومت کی کیونکہ

چالیس دن تک آپ کی بیوی نے اپنے باپ کی تصویر کی عبادت کی تھی جب چالیس دن ہو گئے تو

یہ جن کرسی چھوڑ کر بھاگ گیا اور انگوٹھی دریا میں ڈال دی پھر اس انگوٹھی کو مچھلی نے نکل لیا، اس کے

بعد وہ مچھلی حضرت سلیمان کے ہاتھ لگ گئی آپ نے جب اس کے پیٹ کو چاک کیا تو یہ انگوٹھی

اس کے پیٹ سے نکل۔ (جلالین ص: 382)

سوال: وہ کون شخص ہے جس نے حضرت سلیمان کو خبر دی تھی کہ آپ کے گھر میں غیر اللہ کی

پوجا ہو رہی ہے؟

جواب: یہ حضرت سلیمان کے وزیر تھے جن کا نام آصف بن برخیا تھا۔ اور یہی وزیر بلقیس

کے تخت کو پلک جھپکنے کی مقدار سے پہلے ہی لے آیا تھا۔ (مظہری)

سوال: اس جن کا نام کیا ہے جس نے کہا تھا اِنَّا اِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ

کہ میں آپ کی مجلس ختم ہونے سے پہلے ہی تخت بلقیس کو حاضر کر دوں گا؟

جواب: حضرت وہب بن منبہ نے اس کا نام کوذا ذکر کیا ہے اور بعض نے صحر جنی اور بعض نے

ذکوان بھی کہا ہے۔ (حیاء الحیوان ص: 32 ج: 2)

سوال: فرش سلیمانی کس چیز کا بنا ہوا تھا؟

جواب: فرش سلیمانی سونے اور ریشم کا تیار کردہ تھا، ایک بہت لمبا چوڑا فرش بچھایا جاتا تھا

بخاری و مسلم کی درج ذیل حدیث پیش کرتے ہیں اور اسی کو اس تفسیر کی سند قرار دیتے ہیں:-

”حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سلیمان بن داؤدؑ نے فرمایا کہ آج رات میں اپنی 70 بیویوں کے پاس جاؤں گا ہر ایک بیوی سے ایک ایک شے زور لڑ کا پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ حضرت سلیمانؑ کے وزیر نے یا فرشتے نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ کہئے، مگر حضرت سلیمانؑ کو اس جملہ پر دھیان نہ رہا اور نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی بیوی بھی حاملہ نہ ہوئی البتہ ایک بیوی کے نام تمام بچے ہوئے جس کا ایک بازو نہ تھا۔“

(بخاری کتاب الانبیاء)

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر سلیمان انشاء اللہ کہہ دیتے تو ہر ایک حرم کے ملحقین سے مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوتا۔

بہر حال واقعہ کی تفصیل کچھ بھی ہو نقش واقعہ اپنی جگہ قائم ہے۔ قرآن حکیم یہ بتانا چاہتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں سے جب کبھی بھی بھول یا غفلت ہوگئی وہ فوری طور پر بارگاہ الہی میں سر بسجود ہوئے۔ اللہ سے غفلت ایسی چیز نہیں ہے جس کو نظر انداز کر دیا جائے حضرت سلیمانؑ کا یہ اسوۂ حسنہ انسانوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں بیان کر دہ تفاسیر کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی روایات کتب تفسیر میں درج ہیں جن کا اسلامی روایات سے دور کا بھی تعلق نہیں اور بلاشبہ وہ تمام تریہودی روایات اور قصص ہیں جن کو روایات کہنا بھی روایات کی توہین ہے۔

محدث ابن کثیرؒ نے اور دیگر محدثین کرام نے ان کو خرافات اور ہزلیات سے تعبیر کیا ہے ان کو لکھتا اور پڑھتا سوائے اضاعت وقت کے اور کچھ نہیں۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر)

سوال: حضرت سلیمانؑ نے کتنے سال تک حکومت کی، وفات کیسے اور کب ہوئی؟

جواب: بیت المقدس کی تعمیر جس کا آغاز حضرت داؤدؑ نے کیا تھا اپنی وفات کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ نے اس کی تکمیل کی۔ امام سدی کی روایت کے مطابق حضرت سلیمانؑ نے اس کی خوشی میں بطور شکرانہ بارہ ہزار گائے اور بیس ہزار بکریوں کی

قربانی کر کے لوگوں کو دعوت عام دی اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس کی توفیق بخشی۔

اس اصل تعمیر کے مکمل ہونے کے باوجود بھی کچھ ذیلی کام باقی تھا اور یہ کام جنات کے سپرد تھا جنکی طبیعت میں سرکشی غالب تھی حضرت سلیمانؑ کے خوف سے کام کیا کرتے تھے اس درمیان حضرت سلیمانؑ کی موت کا وقت آگیا جیسا کہ انبیاء کرام کو ان کی موت سے قبل اطلاع دے دی جاتی ہے حضرت سلیمانؑ کو بھی جب موت کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے سوچا کہ اگر جنات کو معلوم ہو گیا تو کام چھوڑ دیں گے اور تعمیر رو جائے گی۔ اس کا انتظام حضرت سلیمانؑ نے یہ کیا کہ موت سے کچھ قبل اپنی محراب میں داخل ہو گئے جو شفاف شیشے سے بنی ہوئی تھی باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آتی تھیں پھر اپنے معمول کے مطابق عبادت میں مشغول ہو گئے اور ایک عصا کے سہارے کھڑے ہو گئے کہ روح پرواز کرنے کے بعد بھی جسم اس عصا کے سہارے اپنی جگہ جماد رہے۔ حضرت سلیمانؑ کی روح وقت مقررہ پر قبض کر لی گئی مگر وہ اپنے عصا کے سہارے اپنی جگہ باہر سے ایسے نظر آتے تھے گویا عبادت میں مشغول ہیں جنات ان کو زندہ سمجھ کر کام میں ہمہ تن مشغول رہے یہاں تک سال بھر گزر گیا اور لکڑی کمزور ہو گئی عصا کا سہارا ختم ہوا تو حضرت سلیمانؑ گر پڑے۔ اس وقت جنات کو ان کے موت کی خبر ہوئی اور انہیں افسوس ہوا کہ اگر یہ بات پہلے ہی معلوم ہو جاتی تو اس مشقت کے کام میں ہرگز نہ پڑتے۔

جنات کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی قوتیں عطا کی ہیں کہ وہ دور دراز کی مسافت کو چند لمحات میں طے کر لینے اور بہت سے حوادث واقعات کو جن سے انسان واقف نہیں وقت سے قبل معلوم کر لیتے ہیں اور جب انسانوں کو یہ ان واقعات کی خبر دیتے ہیں تو نادان انسان سمجھتا ہے کہ جنات غیب کی خبریں جانتے ہیں حالانکہ غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ جنات کو بھی یہ خیال ہو گیا تھا کہ وہ غیب کی خبریں جانتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی موت کے اس عجیب واقعہ نے اس حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ جنات عالم الغیب نہیں ہیں کیوں کہ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو انہیں حضرت سلیمانؑ کی موت کا ایک سال قبل علم ہو جاتا اور یہ سال بھر کی محنت و مشقت جو ان کو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت ایوب

علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

عیسائیت کی تبلیغ کا مختصر نقشہ...

وزیراعظم برطانیہ نے کہا کہ عیسائیت کی تبلیغ کی صرف ہمارا فرض ہی نہیں
 ہماری کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ہم عیسائیت کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائیں
 گے۔ اس وقت سرکاری سطح پر ساری دنیا میں عیسائیت کے تبلیغ مراکز ہیں۔
 انڈونیشیا میں عیسائیوں نے خوبصورت عورتوں کو تبلیغ کرنے کے لئے بھرتی کیا
 ہوا ہے۔ یہ عورتیں لوگوں کو درغلا کر عیسائی بناتی ہیں۔
 سندھ میں بعض جگہوں پر عیسائی مشینری آٹکھوں کے علاج کے کمپ لگاتی ہے
 وہاں صرف اسی کا علاج کیا جاتا ہے جو عیسائیت کا کلمہ پڑھے۔
 افریقہ کے ایک دور دراز علاقے میں جماعت پہنچی تو بچے تجھے لے لے کر مسجد
 میں آنے لگے اور بڑے خوش خوش نظر آتے تھے۔ جماعت کے ساتھیوں نے پوچھا ان
 تحفوں کی اور اس خوشی کی کیا وجہ ہے۔ کہنے لگے یہاں پر عیسائیوں کی جماعتیں آتی ہیں
 اور عیسائیت کی تبلیغ کرتی ہیں۔ آپ لوگوں کے آنے سے ہمیں اس لئے خوشی ہوئی ہے
 کہ آپ لوگ ہمارے دین کی محنت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اب ہم ان سے کہہ سکیں
 گے ہمارے دین کے تبلیغ کے بھی لوگ در در پھرتے ہیں۔
 ﴿تبلیغ بالیقین کارنبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۲۳۸/۲۳۹﴾



چاہتا تو حضرت ایوبؑ اس بات کو گوارہ نہ فرماتے اور اپنے پاس سے مدد ملی علیہ پر جو مال یا حق واجب ہوتا فوراً ادا فرمادیتے اور اس قضیہ کا خاتمہ کر دیتے اور ارشاد فرماتے کہ مجھ کو یہ بات نہایت ناپسند ہے کہ حق تعالیٰ کا نام لے کر کوئی شخص ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت ایوبؑ جس طرح محاسن اخلاق میں کمال درجہ بلند مقام رکھتے تھے اسی طرح پروردگار عالم کی عبادت میں بھی بے مثال تھے۔ چنانچہ روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ایوبؑ اس درجہ عبادت گزار تھے کہ اس زمانہ میں کسی عابد کو یہ درجہ عبادت حاصل نہ تھا اس دور میں اللہ تعالیٰ کے مقدس فرشتے حضرت ایوبؑ کا بہت مدح و تحسین کے ساتھ تذکرہ فرماتے رہتے۔ ابلیس مردود جب آسمانوں کی جانب پرواز کرتا اور فرشتوں کی مقدس جماعت سے حضرت ایوبؑ کی مدح و ستائش کے تذکرے سنتا تو حسد کی آگ میں جل کر کباب ہو جاتا اور بہت افسوس اور حسرت سے کہتا کہ ہائے خدا کے بندے ایوبؑ نے کتنا بلند مقام حاصل کر لیا اور میرا ان پر کوئی بھی قابو نہ چل سکا، اور جس طرح میں اہل دولت کو مختلف حیلوں اور تدبیروں سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیا کرتا ہوں اور دنیا کے گورکھ دھندے میں اس قدر پھنسائے رکھتا ہوں کہ ان کا ذہن بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا مگر افسوس کہ خدا کے بندے ایوبؑ پر میرا کوئی دوا بھی کامیاب نہیں ہوتا اور وہ میرے کسی مکر و فریب کے جال میں نہیں پھنستے۔ میری ساری تدبیریں ناکام رہتی ہیں۔

حضرت ایوبؑ ابتدائے سن بلوغ ہی سے عبادت گزار اور شکر گزار تھے اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لئے وقف تھا۔ جوانی کی زندگی کے دور میں آپ کے لئے ازدواجی زندگی کا مرحلہ بھی سامنے آیا۔ اس سلسلہ میں آپ کے لئے رحمت مجسم حضرت رحمت کا انتخاب کیا گیا۔ یہ پاک باز بیوی حضرت افراتیم کی صاحبزادی ہیں اور افراتیم حضرت یوسفؑ کے بلا واسطہ صاحبزادے ہیں۔ اور بعض حضرات علماء نے یہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت رحمتؑ بلا واسطہ ہی حضرت یوسفؑ کی صاحبزادی ہیں۔ بہر حال ازدواجی زندگی کے لئے خاندان نبوت کا ایک گوہر

شب چراغ منتخب کیا گیا۔ جس نے اپنے سلف صالح کے نقش قدم پر چل کر مقدس خاندان کی وہ مخلصانہ خدمات انجام دیں کہ جن کا تذکرہ قیامت تک صلحہ ہستی پر یادگار رہے گا۔ خاندان کی تابعداری اور کمال وفاداری کے ایسے ایسے واقعات ان سے منقول ہیں جو تمام دنیا کی صنف نازک کے لئے درس عبرت ہیں۔ اس ازدواجی زندگی میں بھی حضرت ایوبؑ پوری طرح تابع فرمان پروردگار رہے اور ہمیشہ ذکر الہی کو وظیفہ حیات بنائے رکھا۔ حضرت ہمدی رحمت سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے سات (7) صاحبزادے اور سات (7) صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ آپ کی ساری اولاد نہایت بابرکت اور سعادت مند ہوئی۔ (تفسیر معالم التنزیل بغوی ج: 5 ص: 519 و تفسیر مظہری ج: 6 ص: 222۔ تفسیر روح المعانی پ: 17 سورة الانبیاء)

سوال: حضرت ایوبؑ کی امت کون لوگ تھے؟

جواب: ہم نے نسب نامہ میں حضرت ایوبؑ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت ایوبؑ کا سلسلہ نسب عیسیٰ بن اسحاق علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو عیسو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت یعقوبؑ کے بھائی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اکبر ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا لقب ادوم ہے جس کے معنی ”سرخ“ ہیں مشہور ہو گئے تھے۔ لہذا جو نسل اور خاندان حضرت عیسیٰ سے چلا وہ بھی ادوم کہلانے لگے۔ حضرت ایوبؑ اس خاندان کے نبی اور ایک خاص علاقہ کے جس کا دارالحکومت بصری تھا بادشاہ تھے۔ جیسا کہ سفر ایوبؑ سے معلوم ہوتا ہے۔

اس قبیلہ کی مذہبی حالت کو قرآن کریم نے بیان نہیں فرمایا لیکن اس قبیلہ میں حضرت ایوبؑ کا نبی اور ہادی ہو کر تشریف لانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قبیلہ بہت محتاج تبلیغ تھا۔ حضرت ایوبؑ کے متعلق روایات کا ایک مجموعہ جو تورات کا ایک جزء ہے جس کو سفر ایوبؑ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ قبیلہ بنی ادوم میں نبی ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے اس قبیلہ کا مذہبی حال بہت ابتر تھا۔ توحید کی راہ سے بھٹک گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی عبادت کو چھوڑ کر ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ یہ قبیلہ خصوصیت سے سورج اور چاند کی پوجا

ان پر ان نقصانات سے کوئی گریہ و بکا طاری نہ ہوا اور کوئی بے صبری اور بے قراری کا ظہور نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جس طرح پہلے نقصانات پر کی تھی اس مرتبہ بھی ادا فرمائی اور شکر گزاری کا وظیفہ ترک نہ فرمایا۔

آج کے دور میں ان واقعات پر دنیا کے دلدادہ انسان تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور حیرت سے کہتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک انسان اتنے مسلسل شدید نقصانات پر کس طرح صبر کر سکتا ہے۔ لیکن جن بندگان حق کو اللہ تعالیٰ سے قرب کا تعلق حاصل ہے ان کی نظر میں یہ واقعات کوئی تعجب کی چیز نہیں ہیں اور ان کو ایوبؑ کے کمال صبر کا پورا پورا یقین ہے۔ ابلیس کا دل جل کر کباب ہو گیا جب کہ اس مرتبہ اس نے حضرت ایوبؑ سے باوجود شدید اور عظیم نقصانات کے اللہ تعالیٰ کی حمد سنی اور دیکھا کہ ابھی تک وہ شکر گزار ہیں۔ اس کو شقاوت اور حسد نے اس پر آمادہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے طاقت حاصل ہونے کیلئے عرض کرے کہ حضرت ایوبؑ کی تمام اولاد کو برباد کر سکے چنانچہ یہ شیطانی منصوبہ قائم کر کے اس نے آسمان کی جانب پرواز کی اور جہاں تک رسائی ممکن تھی پہنچا اور جناب باری عزاسمہ سے عرض کرنے لگا۔ الٰہی ایوبؑ نے جو مال و دولت کی بربادی پر صبر کر لیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو یقین حاصل ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اس کو مال و دولت عطا فرمادیں گے۔ دوسری یہ بات ہے کہ اس کی ساری اولاد تندرست اور زندہ ہے۔ امتحان کی بات تو یہ ہے کہ آپ مجھ کو اس کی اولاد کو ہلاک کرنے پر مسلط فرمادیں اور ان کو برباد کرنے کی طاقت دیں تو مجھ کو پورا یقین ہے کہ اس زبردست مصیبت پر ایوبؑ صبر نہ کر سکیں گے۔ اسلئے یہ ایسا سانحہ ہے کہ بڑے سے بڑا بہادر مستقل مزاج انسان بھی ایسے مواقع پر بے قرار ہو جاتا ہے اور بے صبری کرنے لگتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت ایوبؑ کی اولو العزمی اور پختگی کا پورا پورا حال معلوم تھا اس لئے عبد محبوب حضرت ایوبؑ کے کمالات صبر کا مظاہرہ کرنے کیلئے اور ابلیس لعین کو مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: اے ابلیس جا ہم نے تجھ کو ایوبؑ کی اولاد پر مسلط کر دیا۔ ابلیس یہ فرمان سن کر بہت خوش ہوا کہ اب تو کامیابی

تھی آسمانوں کی باندی ملے کر کے نکلی گیا اور پروردگار عالم سے عرض کرنے لگا۔ ائی میں نے
 تیرے بندے ابوب کو آزمایا ہے اس کا صبر مال اور دولت اور مالاد کے پر باد ہونے پہ اس یقینی کی
 وجہ سے ہے کہ آپ دو بار وہ سب نعمتیں اس کو عطا کر دیں گے۔ لیکن اگر آپ مجھ کو اس کے بدن
 پر مسلط کر دیں اور اس کے بدن کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کرنے کی طاقت دیں تو مجھ کو یقینی کامل
 ہے کہ پھر ابوب ہرگز صبر نہیں کر سکتے اور یقیناً بے قرار ہو جائیں گے۔ اور آپ کے حکمرانوں
 رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابوب کی شجاعت مردانہ اور صفت فارمادہ کا پورا پورا علم تھا اس نے
 ارادہ فرمایا کہ عہد محبوب حضرت ابوب کی صفت مردانہ اور اولیٰ نعیمی کا اظہار عالم پر ہو اور انہیں
 اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہو اور اس کی سخت ناکامی و رسوائی ہو اس وجہ سے تار شاخ فرمایا۔ اسے
 دودھا میں نے تمہ کو ابوب کے بدن پر تسلط دے دیا۔ جا اپنی طاقت سے جو چاہے تصرف کر لیکن
 خبردار ان کی زبان اور دل پر جس سے وہ ہر وقت میری یاد کرتا ہے تمہ کو کوئی قایدہ ہوگا۔

اللہ اکبر! آج محبوب دولت ہے کہ پروردگار عالم اپنے محبوب بندے ابوب کے کمالات صبر کی
 روحانی کسار ہے ہیں اور اپنے محبوب کا خاص امتحان لے کر ان کی صفت مردانہ اور عزم کی بلندی
 اور کمال بندگی کا جلوہ اہل عالم کو دکھا رہے ہیں۔ دشمن ملعون خوش ہے کہ مجھ کو ستانے کی اجازت
 مل گئی ہے مگر وہ اس سے بے خبر ہے کہ اس کا انجام دشمن ہی کے حق میں سخت رسوائی اور ذلت
 ہوگا۔ مختصر یہ کہ ابوب کو اس سے بے حد مسرت ہوئی کہ اب تو میری کامیابی یقینی ہے۔ جب میں
 ان پر مسلط ہو کر انتہائی درجہ ستاؤں گا تو وہ بے قرار ہو جائیں گے اور اپنے پروردگار کی یاد سے
 غافل ہو کر طرح طرح کی بے صبری اور ناشکری کے عظیم جرم میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پس اس
 خوشی میں دوڑتا ہوا حضرت ابوب کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ قایت تواضع کے ساتھ اپنے
 پروردگار کو عبادت بندگی ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ ظالم نے اتنی مہلت بھی گوارہ نہ کی کہ وہ مجدد
 سے فارغ ہو جائیں بلکہ فوراً ہی ان پر چہرہ کی جانب سے حملہ آور ہوا سخت اور دردناک حملہ
 کرنے لگا۔ اول اس نے آپ کی ناک میں پوری طاقت سے ایسی پھونک ماری جس کی وجہ

سات ماہ سات دن سات گھنٹے۔ (3) صرف تین سال۔ جب یہ امتحان شروع ہوا اس وقت ایوبؑ کی عمر شریف کیا تھی اس سلسلہ میں دو روایتیں ملتی ہیں اول ستر برس دوم اسی برس۔

اب یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایوبؑ کے امتحان کا خاتمہ کیسے ہوا تو اس سلسلہ میں قرآن کریم سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت ایوبؑ نے جب قلب پاک سے اپنے پروردگار سے دعا فرمائی ہے تو آپ کی دعا کو حق جل شانہ نے قبول فرمالیا اور امتحان کامیابی کے ساتھ ختم ہو گیا چنانچہ سورۃ الانبیاء میں ایوبؑ کی دعا کے یہ کلمات اول بیان فرمائے ہیں۔ **وَإِيُوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسْنِي الضُّرِّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ**۔ (پ: 17 سورۃ الانبیاء) اور ایوب (علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (مرض شدید میں مبتلا ہونے کے بعد) اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے، اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں بس اپنی مہربانی سے میری تکلیف رفع کر دیجئے) اس کے بعد دعا کے مقبول ہونے کا اعلان ان کلمات طیبات سے فرمایا گیا ہے۔ **فَاَسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا**۔ (سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور (بلا استدعاء) ہم نے ان کا کنبہ ان کو عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی دے اپنی رحمت خاص سے۔)

یہاں ایک قوی اشکال یہ ہوتا ہے کہ ابھی ہم نے ذکر کیا کہ آپ کی جاں نثار بیوی نے بکمال نیاز مندی عرض کیا کہ صحت کے لئے دعا فرمادیں تو حضرت ایوبؑ نے دعا سے اسلئے انکار فرمایا کہ مجھ کو دعا کرتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ ابھی تو میری مصیبت کا زمانہ راحت کے زمانہ کے برابر بھی نہیں گزرا پھر آپ نے کس وجہ سے دعا کرنے کا اہتمام فرمایا اور یہ بات تاریخی روایات سے ہم نے پہلے بیان کر دی ہے کہ آپ کے امتحان کی آخری مدت اٹھارہ سال منقول ہے لہذا ان وجوہ پر غور کرنے سے یہ واقعہ نہایت قابل توجہ ہے۔

اس سلسلہ میں سلف صالحین سے مختلف روایات منقول ہیں ہم عبرت کے پیش نظر ان کو تفصیل

نے اس دشمن حق کے کلام کو غلطی سے حضرت ایوبؑ سے نقل کر دیا۔

اسلئے حق تعالیٰ کے کمال بندگی کی وجہ سے جوش میں آئے اور ارشاد فرمایا میں حق تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر مجھ کو تندرستی حق تعالیٰ نے عطا فرمادی تو اس جرم پر تم کو میں سو بید (کوڑے) لگاؤں گا۔

حضرت ایوبؑ نے اتنی اہم قسم اور عہد اسلئے کیا کہ ان کو اس بات کا بہت رنج تھا کہ ابلیس کا حوصلہ اب اس درجہ بلند ہو گیا ہے کہ میری بیوی سے مجھ کو شرکانہ پیغام پہنچایا اور بیوی نے ابلیسی پیغام مجھ کو سنایا۔ چونکہ بغض فی اللہ کا کمال درجہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا اسلئے خدا کے برحق نبی نے اپنی محبوب ترین جاں نثار بیوی کو اس شرکانہ پیغام کے پہنچانے کے جرم میں یہ سزا دینے کی نذر مان لی۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا جو تعلق حق سبحانہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کے معاملہ میں سارے تعلقات دنیوی بے اصل اور بے بنیاد ہوتے ہیں اور یہ درجہ کمال تعلق مع اللہ کا وراثت آبائی سے آپ کو حاصل ہوا تھا۔ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ نے اشارۃ حق پر اپنے محبوب ترین نوجوان صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے حلقوم پر چھری پھیر دی تھی۔

حق تعالیٰ ہم سب کو ان حضرات مقبولین کی برکت سے اپنا تعلق عطا فرمائے۔ آمین

الحاصل اس واقعہ کے بعد حضرت ایوبؑ کو اس بات کی فکر لاحق ہوئی کہ اگر اب بیماری کا سلسلہ قائم رہا تو ایسا نہ ہو کہ مردود ابلیس میری بیوی کی دولت ایمان پر دوبارہ حملہ آور نہ ہو۔ بس اب کمال تعلق مع اللہ نے اس پر آمادہ کیا، اور آپ نے نہایت کمال بندگی اور بہت عاجزی کے ساتھ عرض کیا۔

إِنِّي مَسْنِي الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ۔ (سورہ ص: 23)۔

(اے پروردگار مجھ کو شیطان نے رنج و آزار پہنچایا ہے)

آپ کی یہ دعا قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے بیماری سے نجات عطا فرمائی۔ صاحب تفسیر روح المعانی نے اس روایت میں یہ واقعہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حضرت ایوبؑ نے بیوی سے

فرمایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اس ابلیسی تجویز پر راضی ہو، اس لئے میں عہد کرتا ہوں کہ تندرست ہونے کے بعد تم کو سو (100) کوڑے ماروں گا اور آئندہ کے لئے یہ طے کر لیا کہ تمہارا لایا ہو اکھانا اور تمہاری لائی ہوئی چیز کا کھانا اور پینا مجھ پر حرام ہے۔ اس بے تعلقی کے اعلان کے بعد کمال بندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا اور الحاج وزاری کے ساتھ دعا فرمائی۔ اَنَسِيْ مَسِيْنِيْ الضَّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ (اے پروردگار مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں)

یہ روایت تمام روایات سے رائج ہے، کیونکہ اس روایت کا ایک جزء صراحۃ قرآن کریم میں موجود ہے۔ نَحْلُ بِبَيْدِكَ حِفْظًا قَا ضَرْبٍ بِهِ وَلَا تَخْشَتُ (اے ایوب اپنے ہاتھ میں ایک مٹھاسینکوں کا لے لو اور اپنی بیوی کو اس سے مار دو اور اپنی قسم نہ توڑو) تو اس آیت کریمہ سے بیوی کو مارنے کی قسم کھانا اور اس کے پورا کرنے کی ترکیب بتانا منقول ہے جس سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس دعا کے کرنے کی ایک اور وجہ کے متعلق عجیب و غریب حکایت امام الصوفیہ حضرت حسن بصریؒ سے یہ منقول ہے کہ حضرت ایوبؑ جب تمام مصائب اور مشکلات پر بہت صبر کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں غلوں دل سے برابر مشغول رہے تو اس عظیم الشان کامیابی پر ابلیس کو بہت رنج اور افسوس ہوا اور اس کو اپنی ناکامی کا پورا پورا یقین ہو گیا، اس سخت رنج اور صدمہ میں اس نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسی سخت ناکامی کے موقع پر اپنے مددگار شیاطین سے مجھ کو ضرور مدد لینی چاہئے۔ چنانچہ اس نے ایک زبردست اجتماع کا ارادہ کیا اور سب شیاطین کو جمع کرنے کے لئے ایک خوف ناک زبردست چیخ ماری جس کو سن کر تمام شیاطین جمع ہو گئے۔ ابلیس نے جمع ہونے کے بعد خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ساتھیو! اس وقت میں نے تم کو ایک اہم مشورے کے لئے طلب کیا ہے۔

میری پریشانی کا سبب یہ ہے کہ خدا کے پیغمبر ایوبؑ نے مجھ کو تھکا دیا ہے، میں نے زبردست

کیا۔ کہنے لگا، آہ! تم لوگ اس سے پہلے زمانہ میں کس قدر خوش حال اور راحت و آرام سے
ہمکنار تھے، تمہارے پاس کس قدر دولت تھی، تمہارے خاوندایوبؑ کس درجہ خوبصورت نوجوان
تھے اور اب تو ان کی بیماری لا علاج ہے۔ آئندہ کوئی توقع صحت اور تندرستی کی نہیں ہے۔

ابلیس نے یہ باتیں ایسے رقت آمیز طرز پر بیان کیں کہ پاک باز بی بی رحمت کے نازک دل پر صدمہ کا طوفان امنڈ آیا اور بے اختیار منہ سے چیخ نکل گئی۔ ابلیس شقی یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اب تو کامیابی کا راستہ مل گیا۔ فوراً ہی ابلیس ایک بھری کا بچہ لایا اور کہا لو ان کی شفا کا ذریعہ یہ ہے کہ اس بچہ کو ذبح کر کے کھا لو لیکن شرط یہ ہے کہ اس بچہ کو میرے نام پر ذبح کرنا۔ یہ بات سن کر بی بی رحمت حضرت ایوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور رو کر کہنے لگیں کہ اے اللہ کے محبوب ایوبؑ تمہارا

پروردگار کب تک آزمائش فرماتے رہیں گے نہ اب تمہارے پاس مال و دولت ہے، نہ کوئی دوست رہا نہ اولاد نہ تندرست جسم اور نہ حسن و جمال۔ اس کے بعد ابلیس کی پوری گفتگو جس کو بی بی رحمت نے ہمدرد معالج سمجھا تھا نقل کر دی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اس بکری کے بچہ کو ذبح کر دیا جائے۔ حضرت ایوبؑ نے یہ سن کر تاراً خشکی ظاہر کی اور ارشاد فرمایا، اے اللہ کی بندی یہ شخص کوئی ہمدرد انسان نہ تھا بلکہ یہ خدا کا نافرمان ابلیس مردود تھا۔ اس نے اس ترکیب سے تم کو بہکایا ہے۔ خدا کی بندی ذرا انصاف و عقل سے غور کر، جس مال، اولاد، تندرستی پر تو آج آنسو بہاتی ہے وہ سب ہم کو کس نے عطا فرمائے تھے۔ بی بی رحمت نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ سب ہم کو بخشے تھے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا ہم نے ان نعمتوں سے کتنے زمانہ تک راحت اور نفع اٹھایا، کہنے لگیں اسی (80) برس، پھر حضرت ایوبؑ نے دریافت فرمایا کہ ہماری تکلیف کے زمانہ کو کل کتنا عرصہ ہو چکا ہے۔ بی بی رحمت نے بتایا کہ کل امتحان کا زمانہ اس وقت تک سات اور (7) برس سات (7) مہینہ کا ہے۔ یہ سن کر خدا کے محبوب نبی نے ارشاد فرمایا اے خدا کی بندی ذرا انصاف کر کہ اسی (80) برس تک ہم نے اپنے موٹی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا تھا اور امتحان کا زمانہ اس کے مقابلہ میں ابھی تو بہت ہی کم گزرا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا خاص خیال آپ پر

طاری ہوا، بہت جوش کے ساتھ فرمانے لگے خدا کی قسم جب میں تندرست ہو جاؤں گا میں تیرے سو (100) کوڑے ماروں گا۔ اس لئے کہ تو نے ابلیس کے بہکانے سے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کو کہا اور پھر فرمایا کہ آج سے تیرا لایا ہوا کھانا اور پینا حرام ہے۔ اب تم میرے پاس سے چلی جاؤ تا کہ میں تم کو نہ دیکھوں۔ اس کے بعد اب حضرت ایوبؑ نے دیکھا کہ سارے اسباب راحت بالکل معدوم اور منقطع ہو گئے تو پروردگار عالم کو نہایت تضرع اور الحاج سے سجدہ کیا اور دعا فرمائی۔ رَبِّ اَنْتَ مَسْنِي الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ (پروردگار عالم نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس عظیم الشان امتحان سے نجات عطا فرمائی)

تفسیر روح المعانی میں حضرت انسؓ خادم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس بیماری کے زمانہ میں ایک دن حضرت ایوبؑ نے نماز پڑھنے کے لئے اٹھنا چاہا مگر سخت تکلیف کی وجہ سے اٹھنے پر قادر نہ ہو سکے۔ اس بات کا بہت رنج و افسوس ہوا۔ آہ! یہ بیماری اب خدا تعالیٰ کی بندگی سے بھی مانع بن گئی۔ ان تاثرات کے ساتھ آپ نے قلبی توجہ سے یہ دعا فرمائی۔ رَبِّ اَنْتَ اَنْتَ مَسْنِي الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ صاحب روح المعانی نے اس روایت کو سب سے رائج قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال ان واقعات مذکورہ میں سے کوئی واقعہ بھی پیش آیا ہو یا اس کے سوا ہو، کیونکہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس سلسلہ میں چھ (6) روایات ذکر کی ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت ایوبؑ نے پروردگار عالم سے توجہ قلبی کے ساتھ مناجات و دعا فرمائی۔ آپ کی دعا قبول کی گئی۔ دعا کے مقبول ہونے کے بعد صحت کامل نصیب ہو گئی۔ اور انعامات خداوندی کی بارش ہونے لگی۔

سوال: حضرت ایوبؑ نے صحت کے لئے کیا دعا فرمائی تھی؟

جواب: اس سے پہلے جو روایات ذکر کی گئی ہیں ان میں سے جو روایت بھی صحیح اور مطابق واقعہ ہو اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کو یہ خیال دامن گیر ہوا کہ اب یہ بیماری کا

سلسلہ میری جاں نثار بیوی کے دینی نقصان کا ذریعہ بن جانے کا خطرہ ہے۔ اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کو شدید بیماری کی وجہ سے نماز پڑھنے کی بھی طاقت نہ رہی تو خدا کے اس محبوب و خیر نے توجہ قلبی کے ساتھ دعا فرمائی۔ جس دعا کو اللہ تعالیٰ نے ان کلمات طیبات سے بیان فرمایا ہے۔ اِنِّیْ مَسْنِیَ الضُّرِّ وَاَنْتَ اَوْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ (اے پروردگار مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں)۔ (بیان القرآن)

اگر ان کلمات دعا یہ میں قلب سلیم سے غور کیا جائے تو عجیب نکتے اور دعا کے آداب کی بہت رعایت معلوم ہوتی ہے۔ اول یہ کہ خدا کے محبوب نبی نے اپنی عجز اور کمزوری اور شدید پریشانی کا حال ان کلمات طیبہ سے عرض کیا۔ اِنِّیْ مَسْنِیَ الضُّرِّ (مجھ کو پروردگار یہ تکلیف پہنچ رہی ہے)۔ کمال ادب ملاحظہ کیجئے کہ اس تکلیف کی نسبت مولائے حقیقی کی طرف نہیں فرمائی بلکہ یہاں پر صرف تکلیف کا حال اجمالاً ایک کلمہ ”ضر“ سے بیان فرمایا اور قرآن کی دوسری آیت میں آپ کی دعا کے کلمات میں یہ بیان فرمایا گیا ہے۔ اِنِّیْ مَسْنِیَ الشَّیْطَانِ بِتَضَبٍّ وَعَلَمٍ۔ (اے پروردگار مجھ کو شیطان نے رنج و آزار پہنچایا ہے)

اس کلام سے حضرت ایوبؑ نے دعا میں یہ پہلو ملحوظ رکھا کہ مولائے حقیقی کی طرف کلام میں ان مشکلات اور پریشانی کی نسبت نہ کی جائے، کیونکہ یہ کمال ادب کے خلاف ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حسرات اور خوبیوں کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے اور سینات کو اپنے نفس کی جانب۔ چنانچہ خدا کے محبوب و خیر نے کمال ادب کے خلاف سمجھا کہ ان مشکلات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اس لئے اس عقیدہ کے باوجود کہ کائنات کا خالق اور کارخانہ دنیا میں جو فنا اور بقا کا سلسلہ قائم ہے۔ ان کا بنانے اور بگاڑنے والا اللہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ ان پریشانیوں اور مشکلات کی نسبت قائل حقیقی کی طرف نہیں فرمائی، بلکہ پروردگار عالم نے جس کو ان امور کا سبب بنایا تھا، یعنی شیطان، اس کی طرف نسبت کی گئی اور عرض کیا کہ مجھ کو شیطان نے رنج و تکلیف پہنچا رکھی ہے۔ اللہ اکبر، جب آپ کو وہ کائنات

صحت فرما کر مکمل تندرست ہو گئے اس وقت آپ کی پاک ہاڑ جاں نثار ہوی وہاں موجود نہ تھیں، جب وہ لوٹ کر یہاں آئی تو اپنے محبوب خاوند کو نہ پایا تب بہت رنجیدہ ہوئیں اور لگہ لگہ لڑنے لگیں کہ میرے جانے کے بعد نہ معلوم ان پر کیا حال پیش آیا ہے۔ خدا ان کو کسی سواری و عمدہ نے تو آپ پر حملہ نہیں کیا ہے۔ اس تردد میں سخت پریشان تھیں کہ اچانک ایک حسین ترین نوجوان عمدہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا نظر آیا۔ ان کو دیکھ کر بی بی رحمت شرمانگشیں اور کچھ نہ پوچھا یہ حال دیکھ کر حضرت ایوبؑ نے کمال شفقت سے فرمایا، اے اللہ کی نیک بندی کیا تلاش کر رہی ہو، بی بی رحمت کا دل صدمہ سے بھر آیا، بے اختیار روئے لگیں اور کہنے لگیں کہ میرا ایک بیمار اس جگہ تھا اس کی فکر ہے کہ نہ معلوم اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا، کیونکہ وہ یہاں کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ حیرا اس بیمار سے کیا رشتہ تھا۔ بی بی رحمت نے رو کر کہا وہ میرے مقدس خاوند تھے آپ نے پھر پوچھا، اچھا اگر تم ان کو دیکھ لو تو شناخت کر سکتی ہو، بی بی رحمت نے فرمایا میں ضرور ان کی شناخت کر لوں گی۔

کیونکہ برہا برس ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا یہ کہنے کے بعد بی بی رحمت کو کچھ شبہ پیش آیا اور غور سے آپ کی طرف دیکھنے لگیں بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ جب میرے خاوند تندرست تھے تو آپ کی صورت و شکل سے بہت ہی مشابہہ تھے۔ حضرت ایوبؑ نے اب ان کو پوری بات بتائی کہ میرا ہی نام ایوب ہے میں ہی حیرا خاوند ہوں۔ تم نے مجھ کو صحت کے لئے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم اطمینان کے لئے بکری کا بچہ ذبح کر دو میں نے حیری بات نہیں مانی تھی۔ اپنے پروردگار کی اطاعت کی اور شیطان سے نفرت اور توجہ قلبی سے اللہ تعالیٰ سے صحت کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور از سر نو پوری طرح تندرستی عطا فرمائی۔ اس جگہ بہت سی مبالغہ آمیز روایات اہل قصص نے ذکر کی ہیں۔ ہم نے اس سلسلہ میں صرف وہ واقعہ بیان کیا ہے جو حضرت قاضی ثناء اللہ قدس سرہ نے تفسیر مظہری میں ذکر کیا ہے۔

سوال: حضرت ایوبؑ پر انعامات کی بارش کی تفصیل کیا ہے؟

ظاہر فرمائے گئے۔ جس کی تفصیلات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ایوبؑ نے ہر امتحان میں کس درجہ اطمینان کا اظہار فرمایا اور ہر سخت دور میں کس درجہ ثابت قدم رہے، اور نعمتوں کے زوال پر بھی حق سبحانہ کا شکر دل سے فرماتے رہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کامیابی کا اعلان **إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا** کے شوکت کلام سے فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ**۔ صبر آدھا ایمان ہے۔ (رواہ ابو نعیم والخطیب) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ صبر کا تعلق ایمان سے ایسا ہے جیسا کہ سر کا تعلق بدن سے۔ تو جیسے وہ بدن بیکار ہے جس میں سر نہیں اسی طرح اس کا ایمان ہی نہیں جس کو صبر نہیں۔ یاد رکھو کہ صبر کی حقیقت اسلام میں یہ ہے۔ ”نفس کی خواہش کے خلاف احکام شریعہ کو بجالانا“ اسی وجہ سے صبر کی تین قسمیں ہیں۔

اول۔ الصَّبْرُ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ، یعنی حق تعالیٰ کی عبادت پابندی سے کرنا اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔

دوسرے۔ الصَّبْرُ عَنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ، یعنی گناہوں کے ترک پر صبر کرنا اور نفس کو حق تعالیٰ کی نافرمانی سے روکنا۔

تیسرے۔ الصَّبْرُ عَلَى الْمَصَائِبِ، مصیبتوں پر راضی رہنا۔ حق تعالیٰ کی شکایت نہ کرنا۔ ادب کے ساتھ خاموش رہنا۔

شریعت محمدی میں ہر قسم کے صبر کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن ان تمام اقسام صبر میں مصیبتوں پر صبر کرنے کی بہت فضیلتیں بیان کی گئی ہیں کیونکہ مصائب پر صبر کرنا بہت زیادہ دشوار ہے۔ اس صبر کی ایک فضیلت تو ابھی قرآن کریم سے بیان کی گئی اور حضرت ایوبؑ کے واقعہ سے بھی صبر علی المصائب کی بہت سی فضیلتیں معلوم ہوتی ہیں۔ چونکہ تذکرہ ایوبؑ لکھنے کا اصل مقصد مسلمانوں کو ان کی مشکلات پر جو رات دن مضطرب بننا ہی ہیں، تسلی دلانا اور ان پر صبر کی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت یونس

علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور فکر امت

حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند مریدین کے ساتھ عراق کے کوستانی علاقہ میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے یہ پوری بستی کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی اور ان کا مذہب عیسائی تھا۔ اسلام کا پیغام آنے کے باوجود وہ لوگ عیسائیت پر قائم تھے۔ آپ نے وہاں جا کر ان کے بڑے بڑے سرداروں کو دعوت اسلام دی۔ آپ کی دعوت اور کچھ کرامات کو دیکھنے کے بعد ساری بستی اسلام میں داخل ہو گئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور فکر امت
حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہزاروں مشرک مسلمان ہوئے
اور تائب شرک ہوئے۔

﴿القول الجلیل ص: ۶۳﴾

ایک اور قول کے مطابق ۹۹ لاکھ آدمی مسلمان ہوئے۔

﴿خطبات حکیم الاسلام﴾

﴿تبلیغ بالیقین کا رنوت ہے، حصہ دوم، ص: ۱۹۰﴾



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت ذوالکفل

علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پچاسی فیصد امت دین سے دور ہے...

میرے دوستو! اس وقت دنیا میں بے دینی کی آگ لگی ہوئی ہے ۸۵ فیصد امت دین سے دور ہے۔ اگر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت کو اپنی محنت نہ بنایا تو یہ بے دینی کی آگ کل بڑھتے بڑھتے ہمارے گھر تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اس وقت امت کی اکثریت جہنم کے کنارے پرکھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ دور دور پھر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی سنت کو زندہ کر کے لوگوں کا تعلق اللہ سے جوڑا جائے۔ حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہما آج قبروں سے نکل کر آئیں تو جیسا کہ ہمارے اعمال ہیں ان کو دیکھ کر ہمیں مجنوں و کافر کہیں گے۔ ﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص ۲۲۳﴾

دین کا مرکز بے دینی کا گڑھ بن گیا

بخارا میں ایک وقت تھا کہ ۴ ہزار مدارس تھے اور ۴۰ ہزار کے قریب مساجد تھیں جو سب دعوت و تبلیغ کو چھوڑنے کی وجہ سے کیونسٹوں نے ختم کر دیں۔ ﴿علم اور اہل علم﴾ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس مجلس میں درس دیا کرتے تھے اس کا وضو خانہ اتنا بڑا تھا کہ ایک وقت میں ۵ ہزار آدمی وضو کر سکتے تھے۔ پھر وہ مسجد کتفی بڑی ہوئی۔ آج دعوت و تبلیغ کو چھوڑنے کی وجہ سے اس مسجد کی فضا اللہ کے نام کو سننے کے لئے ترستی ہے۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص ۲۲۳﴾

صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل کر لیا جیسا کہ دیگر انبیاء کرام کے ساتھ معاملہ فرمایا ہے۔

معاملہ کر دیا ہے۔
البتہ ابن جریر نے مشہور مفسر تابعی امام مجاہدؒ سے ایک تفصیلی روایت نقل کی ہے جس سے ان کی شخصیت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعرؓ سے بعض آثار نقل کئے ہیں اگرچہ ان کی سند میں انقطاع ہے تاہم نفس واقعہ میں دونوں مشترک ہیں۔ ذوالکفل کا لفظی ترجمہ ”صاحب نصیب“ ہے یعنی عادات و اخلاق و بزرگی میں بہت بڑا حصہ پانے والا۔ قرآن حکیم نے ان کو اسی لقب سے یاد کیا ہے اور یہ لقب ان کے نام کی طرح استعمال کیا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ایوبؑ کے بیٹے ہیں جو ان کے بعد نبوت سے سرفراز ہوئے اور ان کا اصل نام بشر تھا۔ علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ اہل کتاب ان کا نام ”حزقی ایل“ بتاتے ہیں جو بنی اسرائیل کی اسیری (۵۹۷ قبل مسیح) کے زمانے میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ بخت نصر بادشاہ نے عراق میں اسرائیلی قیدیوں کی ایک نوآبادی دریائے خابور کے کنارے قائم کر دی تھی جس کا نام تل ابیب تھا۔ اسی مقام پر ہدایت پر مامور رہے اور طرح طرح کی تکالیف اٹھاتے رہے اور دوسری طرف یرושلم کے حکمرانوں کو بھی توحید کی دعوت دیتے رہے جس کی وجہ سے ان کے مصائب میں دوچند اضافہ ہوتا رہا ممکن ہے ان کے اسی صبر و ضبط کی وجہ سے انہیں ذوالکفل کا لقب دیا گیا ہو۔ (ضبط و تحمل کا حصہ پانے والا) امام مجاہدؒ کی روایت حسب ذیل ہے۔

”جب اسرائیلی نبی حضرت السعہ بہت بوڑھے ہو گئے تو انہیں یہ بار بار خیال آیا کہ کاش میری زندگی ہی میں کوئی شخص ایسا قابل ہو جاتا جو میرے بعد میری دعوت و تبلیغ کو صحیح طریقہ سے انجام دے سکے اور دین کا کام جاری رہ سکے۔ ایک دن انہوں نے نبی اسرائیل کا ایک بڑا اجتماع کیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی اور اس کے بعد اعلان کیا کہ میں تم میں سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ نامزد کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے۔

خلیفہ نے خیال کیا کہ شاید کوئی عذر پیش آ گیا ہو۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو معمول کے مطابق لیٹے ہی تھے کہ دروازے پر کسی نے دستک دی، اٹھ کر دیکھا تو وہی بوڑھا تھا پوچھا کہ کیا بات ہوئی جو تم عدالت کے وقت نہیں آئے؟ کہنے لگا اے ہمارے عزیز خلیفہ میرے مخالف بڑے خبیث قسم کے لوگ ہیں جب آپ کو مجلس میں دیکھتے ہیں تو آہستہ سے مجھ سے اقرار کر لیتے ہیں کہ مرافعہ نہ کرو ہم تمہارا حق دیدیں گے، لیکن جب آپ مجلس برخواست کر دیتے ہیں تو پھر انکار کر دیتے ہیں اور پھر ان کی شرارتیں سنانے لگا یہاں تک کہ آرام کا وقت ختم ہو گیا خلیفہ نے کہا آج شام کو ضرور آ جانا میں تیری موجودگی میں فیصلہ کر دوں گا اور اس جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں گا۔ بوڑھا معذرت کرتا ہوا دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا لیکن خلیفہ کو نیند نے بہت تھکا دیا تھا مسلسل دو دن آرام نہ کرنے پر مزاج میں تغیر پیدا ہونے لگا مگر شام کی مجلس حسب وعدہ منعقد کی اور دادری کے لئے بیٹھ گئے چاروں طرف نگاہ ڈالی بوڑھے کو نہ پایا، خیال کیا شاید پھر کوئی عذر پیدا ہو گیا ہو۔

تیسرا دن ہوا تو صبح کی مجلس اپنے وقت پر قائم کی سب لوگ آئے جنکے مقدمات تھے لیکن وہ بوڑھا آج بھی نہ آیا، خلیفہ نے سمجھا کہ ممکن ہے قوم کے ساتھ مصالحت ہو گئی ہو۔ عدالت سے فارغ ہو کر دوپہر کو آرام کے لئے گھر آئے اور اہل خانہ کو حکم دیا کہ آج دروازے پر کوئی شخص بھی آئے دروازہ نہ کھولا جائے۔ نیند نے مجھے بے بس اور عاجز کر دیا ہے خلیفہ ابھی لیٹا ہی تھا کہ بوڑھے نے دروازے پر دستک دینی شروع کی، اندر سے جواب ملا کہ آج خلیفہ کا حکم ہے کہ کسی کے لئے بھی دروازہ نہ کھولا جائے

بوڑھے نے کہا کہ میں دو روز سے اپنے ایک اہم معاملہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور خلیفہ نے مجھے اس وقت بلایا ہے اسلئے دروازہ کھول دیا جائے مگر دروازہ نہ کھلا۔ کچھ دیر بعد گھر والوں نے دیکھا کہ باہر کا دروازہ بند ہونے کے باوجود وہ شخص اندر موجود ہے اور خلیفہ کے کمرہ کے دروازہ پر دستک دے رہا ہے۔ خلیفہ نے اس غیر معمولی صورت پر دروازہ کھولا اور گھر والوں سے کہا کہ کیا

مخلوق کو راضی کرنے کی فکر

آجکل ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ اللہ کی رضا کی بجائے مخلوق کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب شادی کا موقع آتا ہے تو ہر بندہ چاہتا ہے کہ سب رشتہ داروں کو راضی کر لو۔

- ❖..... یہ بھی بنا لو..... ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔
- ❖..... انتظام ایسے کر لو..... ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔
- ❖..... جہیز اتنا بنا لو..... ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔
- ❖..... کھانا ایسا بنا لو..... ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔
- ❖..... یہ رسم بھی پوری کر لو..... ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔
- ❖..... وہ رسم بھی پوری کر لو..... ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔
- ❖..... ماموں ناراض تھا..... جا کر منالیا۔
- ❖..... سالا ناراض تھا..... جا کر منالیا۔
- ❖..... بہن ناراض تھی..... جا کر منالیا۔
- ❖..... چھوٹے ناراض تھے... ان کو بھی جا کر منالیا

کیا شادیوں کے موقع پر کوئی یہ بھی دیکھتا ہے کہ میں نے اللہ کو بھی راضی کیا ہے یا نہیں۔

(ازالقات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم۔ اصول حدیث ص: ۲۳۸/۲۳۹)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت عزیر علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اولیاء اللہ اور فکر امت...

حضرت مخدوم محمد رفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معین الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ،
حضرت قطب الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علاء الدین گجراتی
رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مہدی علیہ رحمۃ اللہ
علیہ، حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ
علیہ، حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ تمام حضرات اپنے گھر اور وطن کے ذکر
اس ملاقات میں کس غرض سے آئے۔ کیا مال و دولت اور حکومت کے حصول کے لئے آئے
تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ حضرات صرف اللہ کے دین کی تبلیغ اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے
تشریف لائے تھے۔ ان کا مقصد وہی تھا جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا
تھا۔ ہمارے ملک میں موجود مسلمانوں کی تعداد اور کثرت انہیں حضرات کی تبلیغ کا صدقہ
ہے۔ ان بزرگوں نے اتباع سنت میں تعمیرانہ زندگی گزاری، مجاہدے کئے۔ سختی اور
حکایف میں گزر بسر کی، لیکن فرض کی ادائیگی کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات
کے درجات بلند فرمائے اور ان کے فیض کو جاری رکھے۔ آمین
﴿تبلیغ بالیقین کا رنوبت ہے، حصہ دوم، ص: ۱۸۸﴾



(۲۴) حضرت عزیر علیہ السلام

سوال: حضرت عزیرؑ کا ذکر قرآن کریم میں کتنے مقام پر ملتا ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں حضرت عزیرؑ کا صرف اسم گرامی ملتا ہے اور وہ بھی اس ضمن میں کہ یہودیوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے لیا ہے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا ہے۔ اس ایک جگہ کے علاوہ قرآن حکیم میں کسی اور مقام پر بھی ان کا نام لے کر ان کے حالات و واقعات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

سوال: حضرت عزیرؑ کا سلسلہ نسب کیا ہے؟

جواب: مؤرخ اسلام ابن عساکر نے حضرت عزیرؑ کے والد کا نام جرودہ لکھا ہے۔ اور محیفہ عزرا میں ان کا حلقیہ بتایا گیا ہے۔ سلسلہ نسب کے بعض ناموں میں مؤرخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ حضرت ہارون بن عمران کی نسل سے ہیں۔

سوال: حضرت عزیرؑ کے تاریخی تعارف سے مطلع کریں؟

جواب: ساتویں صدی قبل مسیح کے وسط شہر بابل میں بخت نصر کا ظہور ہوا اس نے اپنی قاہرہ اور جابرانہ طاقت سے قرب و جوار کی تمام حکومتوں کو مسخر اور زیر کر لیا اور پھر فلسطین پر مسلسل حملہ کر کے یروشلم اور فلسطین کے تمام علاقے کو تباہ و تاراج کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بڑی ذلت کے ساتھ بابل لے گیا، تورات کے تمام نسخوں کو جلا دیا۔ اس طرح کہ ایک نسخہ بھی یہودیوں کے ہاتھ میں باقی نہ رہا۔

اسرائیلی روایات کے مطابق بنی اسرائیل کا یہ دور ابتلاء حضرت سلیمان کے عہد کے بعد کا ہے بابل کی اسیری تقریباً ستر سال قائم رہی۔ اس طویل عرصہ میں بنی اسرائیل نے اپنی شریعت، روایات، تہذیب و تمدن حتیٰ کہ اپنی قومی زبان عبرانی تک سے نا آشنا ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں حضرت عزیر صغیر سن تھے اور اسرائیلیوں کے ساتھ بابل ہی میں رہتے تھے۔ چالیس سال کی

عمر کو پہنچے تو فقیہ (مدہبی عہدہ) تسلیم کر لے گئے اور اس کے بعد ان کو منصب نبوت عطا ہوا۔ بنی اسرائیل کی اسیری بابل سے لے کر رہائی اور تعمیر بیت المقدس کی درمیانی مدت تک وہ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت میں مشغول رہے ہیں۔

گزشتہ سطور میں یہ ذکر آچکا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ و برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کے مرد، عورتوں اور بچوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہٹا کر لے چلا تو توراۃ کے تمام نسخوں کو بھی جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ بنی اسرائیل کے پاس نہ توراۃ کا کوئی نسخہ باقی بچا تھا اور نہ کوئی توراۃ کا حافظ تھا جس کو اول سے آخر تک توراۃ حفظ ہو۔ چنانچہ اسیری کے پورے دور میں وہ توراۃ سے محروم ہو چکے تھے۔ لیکن جب عرصہ دراز کے بعد ان کو بابل کی اسیری سے نجات ملی اور وہ بیت المقدس میں دوبارہ آباد ہوئے تو اب انہیں فکر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ کو کس طرح حاصل کریں۔ تب حضرت عزیرؑ نے سب اسرائیلیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے توراۃ کو اول سے آخر تک پڑھا اور تحریر کروایا۔ بعض اسرائیلی روایات میں ہے کہ جس وقت انہوں نے بنی اسرائیل کو جمع کیا تو سب کی موجودگی میں آسمان سے دو چمکتے ہوئے شہاب اترے اور حضرت عزیرؑ کے سینے میں سما گئے تب حضرت عزیرؑ نے بنی اسرائیل کو از سر نو توراۃ مرتب کر کے عطا کی۔ قوم میں اس خدمت سے حضرت عزیر علیہ السلام کی قدر و منزلت سو گنا بڑھ گئی اور پھر آہستہ آہستہ یہی محبت نے گمراہی کی شکل اختیار کر لی آخر انجام قوم نے حضرت عزیرؑ کو اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کیا جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہا ہے اور بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے اپنے اس عقیدے کے لئے یہ دلیل قائم کر لی کہ موسیٰؑ نے جب ہم کو توراۃ لا کر دی تھی تو الواح (تختیوں) پر لکھی ہوئی تھی مگر عزیرؑ نے تو کسی لوح یا قرطاس پر مکتوب لا کر دینے کی بجائے حرف بحرف اپنے سینے کی لوح سے اس کو ہمارے سامنے نقل کر دیا۔ اور عزیرؑ میں یہ قوت جب ہی ممکن ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہوں۔ العیاذ باللہ۔

حضرت سلیمانؑ کے واقعات کے ضمن میں ایک صحیح روایت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ کسی نبی

زندگی عطا کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ ہم تم کو اور تمہارے واقعہ کو لوگوں کے لئے ”نشان“ بنادیں اور تا کہ تم یقین کے ساتھ مشاہدہ کر لو کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندگی بخشے گا اور تباہ شدہ شہر کو دوبارہ آباد کرے گا۔ ان بزرگ نے قدرت الہی کے یہ ”نشانات“ دیکھنے کے بعد شہر کی جانب نظر کی تو اس کو پہلے سے زیادہ آباد اور بارونق پایا۔ پھر وہ پکارا اٹھے کہ بلاشبہ تیری قدرت کاملہ کے لئے یہ سب کچھ آسان ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ واقعہ قرآن حکیم کی سورہ بقرہ آیت: 259 میں موجود ہے۔ ان بزرگ کے نام کے سلسلے میں تفسیر روح المعانی کے مصنف نے مسند حاکم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بزرگ حضرت عزیرؑ ہیں۔

اور ایک دوسری روایت کے مطابق ان بزرگ کا نام حضرت ارمیاہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ تم یروشلم (فلسطین) جاؤ ہم اس کو دوبارہ آباد کریں گے۔ جب یہ وہاں پہنچے اور شہر کو تباہ و کھنڈر پایا تو بشری تقاضہ کے تحت ان کی زبان مبارک پر یہ جملہ آیا کہ اللہ تعالیٰ اس مردہ بستی کو دوبارہ کیسے زندگی عطا کرے گا؟ پھر ان کے ساتھ وہ معاملہ پیش آیا جس کا ذکر آیات میں ہے اور جب وہ سو سال بعد زندہ کئے گئے تو یروشلم (بیت المقدس) آباد ہو چکا تھا اور ایک نئی نسل آباد تھی۔ جب یہ منظر دیکھا تو بے اختیار بول پڑے کہ میں اللہ کی قدرت کا یقین رکھتا ہوں۔

یہ ایک طبعی واضطراری حالت ہے کہ نئی بات کو دیکھ کر اقرار قدرت کو تازہ کیا جاتا ہے جیسے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر، ایسے موقع پر ہمارے محاورات میں بھی عادت ہے۔

حالانکہ ان کے معنی و مطلب کا پہلے سے بھی عقیدہ رکھتا ہے۔ قرآن حکیم کے اس اعلان پر کہ حضرت عزیرؑ کو یہودی اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔ آج کے بعض یہودی عالم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نے تو عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کبھی نہیں مانا، ہے اس لئے قرآن کا دعویٰ غلط ہے۔ علماء یہود کا یہ اعتراض بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح تلمیس اور حق پوچی پر مبنی ہے ورنہ تو وہ جانتے ہیں اور ان

محبت کا چراغ

جیسے روشن چراغ ہو جائے تو کیڑے مکوڑے سب بھاگ جاتے ہیں
اسی طرح محبت کا چراغ اگر دل میں راشن ہو جائے تو یہ جو ماسوا کی
محبتوں کے کیڑے مکوڑے ہیں سب بھاگ جائیں گے۔ اس لئے
محبت کا چراغ روشن کر لیجئے۔ ایسے بندے کو پھر بس اللہ رب العزت کی
ملاقات چاہئے۔ یہ بیمار عشق ہوتا ہے۔ وہ کسی نے کہا۔

دیکھی نبض جو میری تو کا غذ لیا
کچھ دیر سو چا عشق کا بیمار لکھ دیا
قربان کیوں نہ جاؤں میں ایسے طبیب پر
نسخے میں جس نے شربت دیدار لکھ دیا

طبیب نے نسخہ لکھا کہ اس کو تو شربت دیدار چاہئے۔ یہ بندے کی
کیفیت ہونی چاہیے۔

(از افادات: حضرت مولانا میر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم۔ انمول حدیث ص: ۱۲۷)

حضرت زکریا

پیغمبر



مولانا بدیع الزمان ندوی قادری

دین اسلام کا مرکز ویران بن گیا...

اوپن میں نو سو سال (۹۰۰) مسلمانوں نے حکومت کی۔ وہاں سو (۱۰۰) فیصد مسلمان تھے۔ دین کی محنت نہ ہونے کی وجہ سے اب پانچ (۵) فیصد مسلمان نہیں۔ وہاں کی جامع مسجد قرطبہ جس کی ایک ایک اینٹ پر ہزاروں سجدے کئے گئے۔ اب وہاں لوگ جوتے سمیت آتے ہیں۔ جس کے ایک ستون پر ہزاروں قرآن ختم کئے آج وہاں کی عوام قرآن سننے سے محروم ہیں۔ اس کی وجہ دعوت و تبلیغ کو چھوڑنا ہے۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۲۲۱﴾



(۲۵) حضرت زکریا علیہ السلام

سوال: حضرت زکریا کی اہلیہ کا نام کیا ہے؟

جواب: آپ کی اہلیہ کا نام ایشاع بنت قاتود ہے۔ (حاشیہ جلالین، ص 31)

سوال: حضرت زکریا کو جس وقت فرزند کی بشارت ملی اس وقت آپ کی عمر شریف کیا تھی؟

جواب: ایک قول یہ ہے کہ 92 سال تھی دوسرا قول یہ ہے کہ 99 سال تھی تیسرا قول یہ ہے کہ

120 سال تھی۔ (الاتقان ص: 348 ج: 2)

سوال: حضرت زکریا کا ذکر قرآن کریم کی کتنی سورتوں میں آیا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں حضرت زکریاؑ کا ذکر خیر چار سورتوں میں آیا ہے۔ سورۃ انعام کی آیت

میں تو صرف فہرست انبیاء میں نام مذکور ہے اور باقی تین سورتوں میں مختصر تذکرہ مذکور ہے۔

سوال: حضرت زکریا کا سلسلہ نسب کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی حضرت زکریا کا ذکر آیا ہے ان سے مراد وہ زکریا نہیں

ہیں جن کا ذکر تورات کے صحیفہٴ زکریا میں آیا ہے۔ اس لئے کہ تورات میں جن زکریا کا تذکرہ

ہے انکا وجود داریوس (دارا) کے زمانے میں رہا ہے چنانچہ زکریا نبی کی کتاب میں ہے:- دارا

کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینہ میں خداوند کا کلام زکریا بن برخیا بن عدو کو پہنچا۔ اور دارا کا

زمانہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے پانسو برس قبل ہے۔ کیونکہ وہ کیتباد بن کنخسرو کے انتقال کے

بعد 521 قبل مسیح میں تخت نشین ہوا اور قرآن حکیم نے جن زکریا کا ذکر کیا ہے وہ حضرت مریم

کے سرپرست اور مربی اور عیسیٰ کے ہم زمانہ ہیں۔ لہذا تورات میں جن ذکر یا کا ذکر ہے وہ کوئی

اور شخصیت ہیں۔ نام میں اشتراک کی وجہ سے بعض لوگوں کو اشتباہ ہو گیا، علاوہ ازیں حضرت

زکریا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار بھی ہیں۔ مؤرخین حضرات زکریا کے والد کے

مختلف نام لکھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک نام وثوق کے ساتھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ

”پروردگار بڑھاپے میں میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی ہے۔ الہی! میں تنہا ہوں وارث کا محتاج ہوں، حقیقی وارث صرف تیری ہی ذات ہے۔ ایسا وارث عطا فرما جو خاندان نبوت کا وارث بنے۔ الہی! مجھ کو نیک اولاد عطا فرما۔ میں تم سے مانگ کر کبھی ناکام نہیں ہوا۔ تو حاجت مند کی دعا کو ضرور سنتا ہے۔“ (مریم آیت: 4) نبی کی دعا اور دعا بھی اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ قوم کی رشد و ہدایت کے لئے تھی۔ مستجاب ہوئی اور اسکی یہ صورت نمودار ہوئی کہ جب آپ ہیکل میں مشغول عبادت تھے خدا کا فرشتہ ظاہر ہوا اور اس نے بشارت دی کہ تمہارے یہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ مذہب اسلام نے طلب اولاد کو سنت انبیاء و سنت صدیقین قرار دیا ہے۔ (قرطبی) □□□

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت

حضرت عثمانؓ کی مدت خلافت کے بارے میں تین اقوال ہیں:
(1) بارہ دن کم بارہ سال (2) گیارہ سال گیارہ ماہ چودہ دن (3) بارہ سال۔
(حیۃ الحیوان ج: 1 ص: 78)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت

چار سال نو ماہ اور ایک دن۔ (حیۃ الحیوان ج: 1 ص: 82)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت یحییٰ

علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



پانچ سو مساجد کی شہادت کی وجہ

یو سینا میں جہاد اور دعوت و تبلیغ کی محنت نہ ہونے کی وجہ سے ۵۰۰ مدرسے اور
۵۰۰ مساجد شہید کر دی گئیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف دعوت و تبلیغ کو
چھوڑنا ہے۔ آج تو میرے دوستو بے دینی کی انتہا ہو چکی ہے۔ باپ کا انتقال ہوتا ہے تو
لڑکے کو غسل دینا نہیں آتا کہ باپ کو سنت طریقے سے غسل دینے کا طریقہ کون سا ہے۔
جس باپ نے اس کے لئے لاکھوں روپے چھوڑے۔ جب اس پر مصیبت کا وقت آیا تو بیٹا
باپ کے کام نہ آ سکا۔ غسل تو درکنار ۹۹ فیصد مسلمانوں کو نماز جنازہ پڑھنے نہیں آتا۔

امریکہ میں پڑھانے کا انعام

ایک مسلمان بوڑھا ۲۵ دن آکسیجن میں پڑا ہوا تھا (یعنی مصنوعی طریقہ سے اسے سانس دیا
جا رہا تھا) حجامت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی ڈاڑھی بڑھ گئی تھی۔ باپ کی نازک حالت
کو سن کر بیٹا امریکہ سے آیا۔ اس وقت باپ کا انتقال ہو چکا تھا باپ کے مرنے کے
بعد ظالم نے حجام کو بلا کر باپ کی ڈاڑھی منڈوائی اور کہنے لگا میں اپنے باپ
کو اس خراب شکل میں دفن نہیں کروں گا۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۲۲۲﴾



(۲۶) حضرت یحییٰ علیہ السلام

سوال: حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام بھی کیوں رکھا گیا؟

جواب: اس میں دو قول ہیں (1) ان کی والدہ ماجدہ عقیقہ یعنی بانجھ ہو چکی تھیں ان کے ذریعہ رحم مادر کو حیات ملی (2) اس وجہ سے کہ ان کے ذریعہ اللہ ان کے قلوب کو زندہ کر دیا تھا۔

(حاشیہ جلالین ص: 254)

سوال: حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم کی کتنی سورتوں میں آیا ہے؟

جواب: جن سورتوں میں حضرت زکریا کا تذکرہ موجود ہے انہی میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر خیر ملتا ہے۔ یعنی سورہ آل عمران، انعام، مریم اور انبیاء۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا کے صاحبزادے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کا ثمرہ ہیں۔ جس عمر میں سلسلہ توالد منقطع ہو جاتا ہے ”بطور معجزہ و نشانی“ حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا کئے گئے اور نام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز ہوا اور یہ ایسا نام تھا کہ اس سے پہلے کسی شخص کا نہ تھا۔ اور بعض خاص صفات بھی ایسے دئے گئے جو گزشتہ انبیاء میں نہ تھے۔ نام کی یکتائی اور صفات کی یہ خصوصیت حضرت یحییٰ علیہ السلام کا امتیاز رہا ہے۔

سوال: حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حالات زندگی کیا ہیں؟

جواب : تاریخی روایات کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ ان کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ آپس میں حقیقی بہن اور ایک روایت کے مطابق خالہ زاد بہنیں تھیں۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر فائز کئے گئے۔

شرق اردن کے علاقہ میں دعوت الی اللہ کا کام شروع ہو گیا۔ لوگوں کو گناہوں سے توبہ کراتے تھے اور توبہ کرنے والوں کو روحانی تسکین دیتے تھے، اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنتے تھے، ان کی خوراک جنگل کے پرندے اور شہد تھا۔ وہ اس فقیرانہ زندگی کے ساتھ یہ منادی کرتے پھرتے



تھے کہ توبہ کرو کیونکہ آسمانی بادشاہت قریب آگئی ہے۔ یعنی حضرت مسیح کی دعوت نبوت کا آغاز ہونے والا ہے اور لوگوں کو نماز و روزہ کی تلقین کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بچپن میں ہی علم و حکمت سے معمور کر دیا تھا۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت دیتے تھے اور ان کی آمد سے قبل رشد و ہدایت کے لئے زمین ہموار کرتے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے والد حضرت زکریا کی طرح اولوالعزم نبی تھے تو رات کی شریعت کے پابند تھے۔ اللہ نے انہیں بچپن ہی میں نبوت کی صفات سے ممتاز فرمایا تھا۔ ان کے بچپن کی زندگی عام بچوں سے جدا تھی۔ جب بچے ان سے کھیلنے پر اصرار کرتے تو وہ جواب دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لہو و لعب کیلئے نہیں پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین اہم و نازک اوقات میں سلامتی کی دعا دی ہے۔

وقت ولادت۔ وقت موت۔ وقت حشر و نشر

یہ حقیقت ہے کہ انسان کیلئے یہی تین اوقات سب سے زیادہ نازک اور اہم ہیں۔ کیوں کہ ہر انسان وقت ولادت جس میں بطن مادر سے جدا ہو کر عالم دنیا میں آتا ہے۔ وقت موت جس میں عالم دنیا سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں پہنچتا ہے۔ وقت حشر و نشر، جس میں عالم برزخ (قبر) سے عالم آخرت میں اعمال کی جزاء و سزا کے لئے پیش ہوتا ہے۔ لہذا جس شخص کو اللہ کی جانب سے ان تینوں اوقات کے لئے سلامتی کی بشارت مل گئی اس کو دارین کا کل ذخیرہ مل گیا۔

قرآن حکیم کی سورہ آل عمران، سورہ مریم اور سورہ انبیاء میں ان حالات کی طرف اشارے ملتے ہیں۔

سوال: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ کیا ہے؟

جواب: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ مؤرخ ابن عساکر اور حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے لیکن اہل تحقیق نے ان ہردو کی روایت پر تنقید کی ہے۔ درج شدہ روایت میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جس کی وجہ سے روایت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس قصہ کی وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کی ہے تاہم حاکم کی یہ روایت روایت اور درلیہ محل نظر ہے۔ البتہ مؤرخ ابن طبریؒ نے اس واقعہ کو جس طرح نقل کیا ہے وہ قابل ذکر ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں عام طور پر بنی اسرائیل کے قلوب مسخر ہوتے جا رہے تھے اور جہاں بھی ان کا وعظ ہوتا ہزاروں انسان پروانہ وار جمع ہو جاتے تھے۔ ان کے اس دور میں ارض یہودیہ کا بادشاہ ہیرودیس نہایت بدکار اور ظالم قسم کا تھا اس کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ مقبولیت سخت ناپسند آرہی تھی اس کو یہ بھی اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ملک کی یہ بادشاہت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جانب منتقل نہ ہو جائے۔ اسی زمانے میں اس کے ایک سوتیلے بھائی کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی بے حد حسین و جمیل تھی یہ اس پر عاشق ہو گیا اور اس سے عقد کر لیا۔ چونکہ یہ نکاح ملت اسرائیل کے قانون کے خلاف تھا اس لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس کو سردر بار اس حرکت سے باز رہنے کی تلقین کی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ ہیرودیس کی محبوبہ نے یہ سنا تو غم و غصہ سے پاگل ہو گئی اور ہیرودیس کو آمادہ کیا کہ وہ کسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دے۔ ہیرودیس اگرچہ خود بھی چاہتا تھا مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عوام میں غیر معمولی مقبولیت کے باعث اقدام کرنے میں متردد تھا۔ بادشاہ کی محبوبہ موقع کی تاک میں تھی آخر ہیرودیس کی سالگرہ کے جشن میں اس نے یہ موقع پالیا جشن کے دربار میں اس کی بیٹی نے خوب رقص کیا جس پر خوش ہو کر ہیرودیس نے کہا مانگ کیا مانگتی ہے! بیٹی نے اپنی فاحشہ ماں سے پوچھا کیا مانگوں؟ ماں نے کہا کہ (حضرت) یحییٰ کا سر مانگ لے۔ چنانچہ اس نے ہیرودیس کے آگے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا مجھے یوحنا (یحییٰ) کا سر ایک تھال میں رکھوا کر ابھی دے دیا جائے۔ ہیرودیس یہ سن کر کچھ غمگین سا ہوا مگر محبوبہ کی بیٹی کا تقاضہ رد نہ کر سکا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر کٹوا کر منگوایا اور ایک تھال میں رکھوا کر قاصد کی نذر کر دیا۔ (تاریخ طبری ج: 2 ص: 45) سخت حیرت کا مقام ہے کہ بنی اسرائیل میں کسی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ ہیرودیس کی اس ملعون حرکت پر کوئی آواز بلند کرتا۔ سب

رابعه بصريه^{۲۴} کا حوصلہ

رابعہ بصریہ اللہ کی ایک نیک بندی تھی۔ ایک چھوٹا سا کمرہ عبادت کے لئے بنا ہوا تھا۔ وہیں رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ دو پہر کو آرام کر رہی تھیں کہ ایک چور آگیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کوئی چیز نہ ملی تو ایک چادر اس نے اٹھالی لے جانے کیلئے۔ جیسے ہی جھک کے چادر اٹھائی تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، بینائی چلی گئی۔ راستہ نظر ہی نہیں آتا۔ اس نے گھبرا کر چادر وہیں پھینکی۔ جیسے ہی چادر پھینکی بینائی لوٹ آئی۔ تو وہ بھاگ کے نکلنے لگا۔ آواز آئی کہ ایک دوست اگر سویا ہوا ہو، دوسرا دوست جاگتا ہے۔ یہاں چڑیا کو پر مارنے کی اجازت نہیں، تم کیسے چادر کو لے کر جاسکتے ہو۔ ہم اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر کے تو دیکھیں۔ مسئلہ بنتا ہے جب احکام خداوندی کو توڑتے ہیں، سنت رسول ﷺ کو چھوڑتے ہیں پھر اللہ سے امیدیں لگاتے ہیں کہ اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔ جو ہمارے کرنے کا کام ہے وہ ہم کریں اور پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کی کیسے بارش فرماتا ہے۔

(از اقاوات: حضرت مولانا میر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم۔ اصول حدیث ص: ۲۰۴)

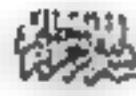
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت عیسیٰ

علیہ السلام



مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی



حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اور فکر امت....

شاہ جہان پور میں حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر سے مخالفین بے حد مشتعل ہو گئے۔ اور انہوں نے چیلنج کیا کہ، آئندہ بھی ایسی تقریر کی گئی تو آپ اپنے ساتھ کفن لائیں، اسی جلسہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ دوسرے جمعہ کو اسی جگہ پھر تقریر ہوگی۔

حضرت جب گاڑی سے اترے تو بغل میں کپڑے کی ایک گٹھڑی دبی ہوئی تھی اور اسی شان سے جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ گٹھڑی کھول کر دکھلائی کہ میں کفن اپنے ساتھ لایا ہوں۔

پھر سابقہ تقریر سے زیادہ زوردار تقریر فرمائی۔ اعلاء کلمۃ اللہ میں اس ہمت و جرات کا یہ اثر ہوا کہ مخالفین کی اکثریت بدعت سے تائب معافی کی خواستگار اور داخل اسلام ہو گئی۔ ﴿حکایات و عملیات مدنی ص: ۴۴﴾

میرے دوستو! یہ امت کا درد وہی تو تھا کہ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر لوگوں کو ہدایت کے لئے آپ اس جلسہ میں پہنچے۔

﴿تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، حصہ دوم، ص: ۱۹۱/۱۹۲﴾



ہے جواب ملا میں نے تجھ کو اس لئے اٹھایا تا کہ تجھ کو آخری زمانہ میں اتاروں اور تو اس امت کے عجائبات کو دیکھے اور تو دجال کے قتل پر معین ہے اس پر حضرت عیسیٰ نے عرض کیا اے اللہ مجھ کو اس امت کے متعلق خبر دیجئے۔ اللہ نے فرمایا محمد عربی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی اس امت کے علماء و حکماء انبیاء جیسے ہوں گے وہ مجھ سے تھوڑی چیز پر راضی ہو جائیں گے اور میں ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاؤں گا اور میں ان کو لا الہ الا اللہ سے جنت میں داخل کر دوں گا اور اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ جنت میں سب سے زیادہ یہی امت ہوگی۔

(البدایہ والنہایہ ص: 79 ج: 1)

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو نصاریٰ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: دراصل بات یہ ہے کہ جب آپ کی والدہ محترمہ آپ کو اپنے ملک (قوم) میں لے کر آئیں جس گاؤں میں سکونت اختیار کی اسکا نام ناصروہ تھا آپ نے وہاں رہتے ہوئے تیس سال کی عمر میں باقاعدہ تبلیغ شروع کی چونکہ آپ ناصروہ گاؤں کے رہنے والے تھے اس لئے گاؤں کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کی جماعت کا نام نصاریٰ پڑ گیا تھا۔ (اکامل ص: 314)

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کے نام کیا تھے اور ان کو حواریین کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: سب کے نام معلوم نہ ہو سکے البتہ ان میں سے بعض کے نام یہ تھے:-

فطرس، یعقوبس، ہمنس، اندرانیس، فیلس، درنا بوطا، سرجس۔ لفظ حواریین حور سے ماخوذ ہے جس کے معنی خالص سفیدی کے آتے ہیں بقول سعید بن جبیر یہ لوگ سفید کپڑے پہنتے تھے اور بقول مقاتل یہ لوگ دھوبی تھے کپڑوں کو سفید کرتے تھے اور بقول قتادہ ان لوگوں کے قلوب صاف اور پاکیزہ تھے اس لئے ان کو حواریین کہا جاتا ہے۔

(انوار الدرایات لدفع التعارض بین الآیات مع ضمیمہ ص: 259)

سوال: جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اٹھایا اس وقت ان

ہوگا اس کو ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی (بنی اسرائیل کے مذہبی رسوم میں یہ رسم بہت ہی مقدس سمجھی جاتی تھی کہ اپنی اولاد کو مقدس ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جائے۔)

بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران کی بیوی حضرت حنہ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور وہ مسرت و شادمانی کے ساتھ امید برآنے کی گھڑی کا انتظار کرنے لگیں۔ محمد بن اسحاق اور حافظ ابن عساکر اور اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمران، حضرت سلیمان کی اولاد میں سے ہیں اسی طرح انکی بیوی حضرت حنہ بھی حضرت داؤد کی ذریت میں سے ہیں۔ حضرت حنہ کی مدت حمل جب پوری ہوگئی تو ولادت کا وقت آ پہنچا۔

ولادت کے بعد حضرت حنہ کو اطلاع دی گئی کہ ان کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ جہاں تک اولاد کا تعلق ہے حضرت حنہ کے لئے یہ لڑکی بھی لڑکے سے کم نہ تھی مگر ان کو شدت سے یہ احساس ہوا کہ میں نے جو نذرمانی تھی وہ پوری نہ ہو سکے گی کیونکہ لڑکی مسجد اقصیٰ کی خدمت کیونکر انجام دے گی؟ یہ کام تو مرد ہی انجام دے سکتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور الہام یا ہاتھ غیبی ان کے افسوس کو مسرت سے یہ کہہ کر بدل دیا کہ ہم نے تیری لڑکی کو ہی قبول کر لیا ہے اور اس کی وجہ سے تیرا خاندان اور بھی معزز اور مبارک قرار پائے گا۔ حضرت حنہ نے لڑکی کا نام مریم رکھا اور دعا کی کہ ”اے پروردگار اسکو اور اسکی اولاد کو شیطان کے ہرقتہ سے محفوظ فرما“۔

سریانی زبان میں مریم کے معنی خادم کے ہیں۔ چونکہ یہ مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کر دی گئی تھیں اس لئے یہ نام موزوں سمجھا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مریم کے معنی ”بلند“ اور ”عبادت گزار“ کے ہیں۔ بشر بن اسحاق کہتے ہیں کہ سیدہ حنہ ابھی حاملہ ہی تھیں کہ ان کے شوہر حضرت عمران کا انتقال ہو گیا۔ (فتح الباری ج: 2 ص: 364) بعض دوسرے مؤرخین لکھتے ہیں کہ سیدہ مریم ابھی شیرخوار ہی تھیں کہ باپ کا انتقال ہو گیا۔

یتیم بچی مریم کی پرورش ماں نے بہت اچھے طریقے پر کی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی قدم قدم پر شامل حال رہا جب وہ سن شعور کو پہنچیں اور نذر کے مطابق بیت المقدس کی عبادت گاہ (ہیکل) میں داخل کر دی گئیں تو یہ سوال پیدا ہوا کہ ہیکل کی یہ مقدس امانت کس کے سپرد کی جائے اور کون اس کا کفیل و نگراں ہو؟ ہیکل کے کاہنوں میں سے ایک نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس مقدس امانت کا کفیل مجھ کو بنایا جائے۔ ایک دوسرے کاہن نے کہا کہ اس امانت کو میرے حوالہ کیا جائے۔ بیت المقدس کے مقیمین اور عابدین میں حضرت زکریا بھی تھے۔ انہوں نے بھی اس کا مطالبہ کیا اور وجہ ترجیح یہ بیان کی کہ میری بیوی اس لڑکی کی خالہ ہوتی ہیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اور ماں کے بعد خالہ ہی پرورش کی حقدار ہے۔ لہذا مجھ کو اس بچی کا کفیل قرار دیا جائے۔ لیکن دوسرے مقدس کاہنوں نے اس دلیل کو قبول نہ کیا۔ آخر کار طے پایا کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ اس کا فیصلہ کیا جائے۔ اس زمانے میں قرعہ اندازی کو ایک سند و دلیل سمجھا جاتا تھا اور اس کا ایک خاص طریقہ تھا جو اس وقت رائج تھا۔ (وہ اس طرح کہ بانس کے قلم جو تورات کے لکھنے میں کام آتے تھے ان پر تورات ہی کے چند کلمات لکھ کر دریا میں ڈال دئے جاتے تھے۔ قلم عموماً دریا ہی کے رخ بہنے لگتے لیکن بعض قلم دریا کے مخالف رخ کو بہتے اور یہی مخالف رخ کامیابی کی علامت سمجھا جاتا تھا) اسی رواج کے مطابق ہر خواہشمند نے اپنے اپنے قلم دریا میں ڈالے مگر قرعہ کے مطابق ہر مرتبہ حضرت زکریا کا ہی نام نکلا بعض روایات کے مطابق یہ قرعہ اندازی تین مرتبہ کی گئی مقدس کاہنوں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو سب نے یہ یقین کر لیا کہ حضرت زکریا کے ساتھ تائید غیبی ہے۔ پھر سب نے دست برداری اختیار کر لی اور مقدس امانت (مریم) حضرت زکریا کے سپرد کر دی گئی۔ اس طرح سیدہ مریم کی پرورش اور نگرانی حضرت زکریا کے تحت ہو گئی۔

حضرت زکریاؑ نے سیدہ مریم کے لئے مسجد کا ایک محراب (حجرہ) منتخب کیا اور اس میں ان کا قیام طے پایا۔ گزشتہ زمانے میں گرجاؤں اور کلیساؤں میں عبادت گاہ کی عمارت سے متصل سطح زمین سے کچھ بلندی پر حجرے بنائے جاتے تھے جن میں عبادت گاہ کے منتظمین، خدام اور معکف

مشکل کر دیتے اس لئے پاک مریم اس شدید آزمائش میں مبتلا ہونے کے بعد خاموشی کے ساتھ اپنے اعتکاف کا حجرہ چھوڑ کر نکل کھڑی ہوئیں تاکہ جب تک اللہ کی مرضی پوری ہو قوم کی لعنت اور عام بدنامی سے تو بچی رہیں، ”بیت اللہم“ پہنچ کر چند گھنٹوں بعد دروازہ شروع ہوا تو تکلیف اور اضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں اور پیش آنے والی نازک حالت کا اندازہ کر کے انتہائی قلق اور بے چینی میں کہنے لگیں کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میرا نام و نشان بھی کم ہو جاتا۔ سیدہ مریم کی زبان سے یہ الفاظ دروازہ کی تکلیف کے علاوہ اس گہری فکر کی وجہ سے بھی ظاہر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس آزمائش میں انہیں ڈالا ہے اس سے وہ کس طرح بخیریت عہدہ برآ ہوں گی؟ حمل تو اب تک کسی نہ کسی طرح چھپا لیا اب اس بچہ کو کہاں لے جائیں اور کس طرح لوگوں کو یقین دلائیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت مریم شادی شدہ لڑکی ہوتیں تو کوئی بات نہ تھی کیونکہ شادی شدہ لڑکی کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہو رہا ہو تو وہ چاہے تکلیف سے کتنی ہی تڑپے اور بے چین ہو لیکن اسے رنج و غم کبھی لاحق نہیں ہوا کرتا کیونکہ ولادت ایک خوشی کا پیام بھی ہوتی ہے۔

اسی کرب و بے قراری میں نخلستان کے نشیب سے اللہ کے وہی فرشتے نے پھر آواز دی کہ اے مریم علیہا السلام! غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے لئے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور کھجور کا تنہ پکڑ کر اپنی جانب حرکت دے تو پکے اور تازہ کھجور تجھ پر گرنے لگیں گے پس تو کھاپی اور اپنے بچے کے نظارے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر اور رنج و غم کو بھول جا۔

سیدہ مریم چونکہ اس سے پہلے اس فرشتے کو دیکھ چکی تھیں اور اس کی آواز سے بھی مانوس تھیں فوری سمجھ گئیں کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو چند ماہ پہلے خلوت کدہ میں اچانک آ کر خوشخبری دے لیا تھا۔ فرشتے کی اس تسلی اور پاکیزہ بچے کی حسین و جمیل صورت نے کچھ دیر کے لئے رنج و غم اور تنہائی کے احساس کو دور کر دیا، بچے کو گود میں لیا اور اللہ کی نازل شدہ نعمت کھجور اور پانی استعمال کیا۔ بچے کو لے کر ایک محفوظ جگہ آ بیٹھیں، قدرے سکون ہوا تاہم یہ خیال ضرور کھٹکتا رہا کہ اگرچہ

اہل خاندان کو میری عصمت و پاکدامنی کا یقین ہے لیکن ان کی اس حیرت کو کس طرح دور کیا جاسکے گا کہ بن باپ کے کس طرح بچہ پیدا ہو سکتا ہے؟ مگر جس اللہ برتر نے ان کو یہ بزرگی اور برتری بخشی وہ پاک مریم کو اس بے چینی میں کیوں مبتلا رہنے دیتا؟ اس نے پھر فرشتے کے ذریعہ سیدہ مریم کے پاس پیغام بھیجا کہ اے مریم جب تو اپنی قوم میں پہنچے اور وہ لوگ تجھ سے اس معاملہ کے متعلق سوالات کریں تو خود جواب نہ دینا بلکہ اشارہ سے ان کو بتانا کہ میں روزہ سے ہوں اور آج کسی سے بات نہیں کر سکتی تم کو جو کچھ دریافت کرنا ہو اس بچے سے دریافت کر لو۔ سیدہ مریم وحی الہی کے ان پیغامات پر مطمئن ہو کر بچہ گود میں لئے بیت المقدس کو روانہ ہو گئیں جب شہر میں پہنچیں اور لوگوں نے اس حالت میں دیکھا تو چہار جانب سے انہیں گھیر لیا اور کہنے لگے، مریم یہ کیا ہوا؟ تو نے تو عجیب بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری ہے۔ اے ہارون کی بہن (یعنی اے خاندان ہارون کی چشم و چراغ) نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بد چلن تھی پھر تو یہ کیا کر بیٹھی؟

سیدہ مریم نے اللہ کی بات کی تعمیل کرتے ہوئے بچے کی جانب اشارہ کیا کہ جو کچھ دریافت کرنا ہو اس سے معلوم کر لیں۔ میں تو آج روزہ سے ہوں (بنی اسرائیل کے ہاں روزے میں خاموشی بھی داخل عبادت تھی) لوگوں نے یہ دیکھ کر انتہائی تعجب سے کہا کہ ہم اس بچے سے کیا بات کر سکتے ہیں جو گہوارے میں پڑا ہوا ہے؟ مگر بچہ فوراً بول اٹھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے (اپنے فیصلہ تقدیر میں) مجھ کو کتاب (انجیل) دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے مبارک بنایا خواہ میں کسی حال میں اور کسی جگہ ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں یہی میرا شعار ہوگا اور اس نے مجھ کو اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا ہے خود سر اور نافرمان نہیں بنایا اور اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں وفات پاؤں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

و طریقے سکھاتا ہے وہاں دوسری جانب معجزات (خدا کی نشانات) کے ذریعہ اپنی صداقت اور "مُؤَيَّدٌ مِّنَ اللّٰهِ" ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ نیز ہر ایک پیغمبر کو اس قسم کے معجزات و نشانات عطا کئے جاتے ہیں جو اس زمانے کے مناسب حال ہوتے ہیں۔ اور جو انسانوں کی قدرت سے بالاتر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد و سلیمانؑ کو پرندوں کی بولیاں، تسخیر جن و انس اور تسخیر ہوا، لوہے کا ہاتھ میں نرم ہو جانا وغیرہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "بَسْعَ آيَاتٍ" نو معجزات دئے گئے۔ جن میں سے دو نشان "عَصَا" اور "يَدٌ بَيْضَا" کو قرآن حکیم نے بڑی نشانی کہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دہکتی آگ کے شعلوں کو ”ہَرْدَاؤُ سَلَامًا“ بتا دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لئے ناقۃ اللہ (اوشی) کو نشان بنایا۔ حضرت نوح و ہود سے ان کی قوم نے عذاب طلب کیا پیغمبر کی دعا سے ایسا عبرتناک عذاب آیا جو آنے والے انسانوں کے لئے عبرت ثابت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن جیسا معجزہ عطا کیا گیا جس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ نیز بدر کے معرکہ میں مٹھی بھر خاک کو ایک ہزار دشمنوں کی آنکھوں کا آزار بنادیا اور ”شق القمر“ کا معجزہ عطا ہوا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو جب انسانی ہدایت و رشد کے لئے منتخب کیا گیا تو جہاں انہیں حجت و برہان (انجیل) عطا کی اس زمانے کے مخصوص حالات کے مناسب چند ایسے معجزات بھی عطا کئے گئے جو اس زمانے کے ارباب کمال اور انکی پیروی کرنے والوں پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہے اور انہیں اعتراف کئے بغیر چارہ نہ ہوا کہ بلاشبہ یہ اعمال ذاتی یا اکتسابی نہیں ہیں بلکہ محض اللہ کی جانب سے اسکے رسول کی تائید میں رونما ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے ان معجزات میں سے جن کا مظاہرہ قوم کے سامنے ہوا قرآن حکیم نے چار معجزات (معجزات اربعہ) کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(1) وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ انسانوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ (2) پیدائشی نابینا کو بینا اور کوڑھی و جذامی کو چنگا کر دیا کرتے تھے۔ (3) مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک دیتے تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا تھا۔ (4) وہ یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ کس نے کیا کھایا ہے اور گھر میں کیا

خزیر اور بندر کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے، واللہ اعلم۔

لیکن یہ واضح رہے کہ جن اقوال میں خلاف ورزی اور اس کے متعلق عذاب کا ذکر ہے ان کا تعلق حواریوں میں سے کسی کی جانب مطلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات قرآنی تصریحات کے خلاف پڑتی ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے عوام الناس تھے۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی ہجرت (رفع الی السماء) کب، کیسے اور کیوں ہوئی؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ شادی کی اور نہ رہائش کے لئے گھر بنایا۔ وہ شہر شہر اور قریہ قریہ اللہ تعالیٰ کے دین کا پیغام سناتے اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے اور جس جگہ بھی رات آپہنچتی وہیں بغیر کسی سامان راحت کے شب بسر کر لیتے چونکہ ان کی ذات بابرکت سے اللہ کی مخلوق جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی شفا اور تسکین پاتی تھی۔ اس لئے جس جانب بھی انکا گزر ہوتا انسانوں کا انبوه ان کے ارد گرد جمع ہو جاتا اور عقیدت و محبت کے ساتھ ان پر ٹار ہو جانے کے لئے ہجوم کر جاتے۔ یہودیوں کو ان کی یہ دعوت حق اور ان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی اور وہ بغض و عناد میں اندھے ہوئے جا رہے تھے۔ انہیں یہ اندیشہ ہر وقت بے قرار کئے رہتا تھا کہ ”عیسائیت“ غالب ہو جائے گی اور ہماری سرداری و حکمرانی کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے تو ان کے سرداروں اور مذہبی عہدہ داروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش شروع کر دی اور آخر یہ طے پایا کہ کامیابی حاصل کرنے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ بادشاہ وقت کو مشتعل کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دار پر چڑھا دیا جائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے مخالفین (یہودیوں) کا یہ معرکہ ملک شام کے صوبہ فلسطین میں پیش آیا۔ شام اس وقت رومی سلطنت کا ایک جزء تھا اور یہاں کے یہودی باشندوں کو اپنے معاملات میں نیم آزادی اور نیم خود مختاری حاصل تھی۔

روم کے بادشاہ کی طرف سے ایک نائب سارے ملک شام کا گورنر تھا اور اس کا ماتحت ایک

امیر صوبہ فلسطین کا تھا۔ اہل روم کا مذہب اگرچہ شرک و بت پرستی تھا لیکن یہودیوں کو اتنا اختیار تھا کہ اپنے مقدمات اپنی مذہبی عدالتوں میں لائیں، لیکن سزاؤں کے نفاذ کے لئے پھر اپنے مجرموں کو رومی عدالت میں لانا پڑتا تھا اور سزائے موت وغیرہ صرف رومی حکومت ہی دیتی تھی۔

یہودی اگرچہ روم کے اس بت پرست بادشاہ سے متنفر ضرور تھے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان کے قلوب میں بغض و حسد کی آگ نے انہیں ایسا اندھا کر دیا کہ انجام اور نتیجہ سے بے فکر ہو کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: عالی جاہ! یہ شخص نہ صرف ہمارے لئے بلکہ حکومت کیلئے بھی خطرہ بنتا جا رہا ہے اگر اس کا فوراً انسداد نہ کیا جائے تو نہ صرف ہمارا دین صحیح و سالم باقی رہ سکے گا بلکہ اندیشہ ہے کہ آپ کے ہاتھ سے حکومت کا اقتدار بھی چلا جائے۔ اس لئے کہ اس شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے عجیب و غریب شعبدے (معجزات) دکھا کر مخلوق کو اپنا گردیدہ بنالیا ہے اور ہر وقت اس طاق میں ہے کہ عوام کی اس طاقت کے بل پر آپ کو شکست دیدے اور خود بنی اسرائیل کا بادشاہ بن جائے۔ اس شخص نے لوگوں کو نہ صرف دینی حیثیت سے گمراہ کر دیا ہے بلکہ اس نے ہمارے دین (یہودیت) تک کو بدل ڈالا ہے اور لوگوں کو بد دین بنانے میں شب و روز مشغول ہے، لہذا اس کا انسداد ضروری ہے تاکہ بڑھتا ہوا یہ فتنہ ابتدائی منزلوں میں کچل ہی ڈالا جائے۔

غرض کافی گفت و شنید کے بعد بادشاہ (پلاطیس) نے ان کو اجازت دیدی کہ حضرت مسیح کو گرفتار کر لیں اور شاہی دربار میں مجرم کی حیثیت سے پیش کریں۔ بنی اسرائیل کے سردار اور کاہن یہ حکم نامہ دیکر بے حد مسرور ہوئے اور فخر کے ساتھ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے اور کہنے لگے کہ اب موقع کا انتظار کیا جائے اور مناسب وقت تنہائی میں حضرت مسیح کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ عوام میں ہيجان نہ ہونے پائے۔ انجیل یوحنا میں اس واقعہ کے متعلق اس طرح مذکور ہے:

”پس سردار کاہنوں اور فریسیوں نے صدر عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ ہم کرتے کیا ہیں؟ یہ آدمی تو بہت معجزے دکھاتا ہے اگر ہم اسے یونہی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لے

پانچ وعدے فرمائے تھے۔

پہلا وعدہ یہ تھا کہ ان کی موت یہودیوں کے ہاتھوں قتل کے ذریعہ نہ ہوگی۔

دوسرا وعدہ فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھالیا جائے۔

تیسرا وعدہ ان کو دشمنوں کی تہمت سے پاک کر دیا جائے گا۔

چوتھا وعدہ آپ کی پیروی کرنے والے مخلصوں کو قیامت کے دن ان کے دشمنوں پر غالب

رکھا جائے گا۔

پانچواں وعدہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی مذہبی اختلافات کا فیصلہ کرنے والے

ہیں۔ (آل عمران۔ آیت: 55) حقیقت یہ ہے کہ کفار و مشرکین کی مخالفت اور عداوت تو ہر نبی

کے ساتھ رہی ہے اور سنت اللہ یہی رہی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر قائم رہی

اور پیغمبر کی بات نہ مانی اور ان کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائی تو دو صورتوں میں

سے ایک صورت نافذ ہو کر رہی ہے۔

○ یا تو اس قوم پر آسمانی عذاب بھیج کر سب کو فنا کر دیا گیا جیسے عاد و ثمود اور قوم لوط و قوم صالح

کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔

○ یا پھر یہ صورت ہوتی ہے کہ اللہ اپنے نبی کو اس دارالکفر سے ہجرت کر جانے کا حکم دیتا

ہے اور وہاں اس نبی کو ایسی قوت و تائید نصیب ہوتی ہے کہ وہ پھر اپنی قوم پر فتح پاتا ہے جیسے

حضرت ابراہیمؑ نے عراق سے ہجرت کی اور ملک شام میں پناہ لی۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ علیہ

السلام نے مصر سے ہجرت کر کے مدین میں قیام کیا۔ اور آخر میں خاتم الانبیاء علیہ السلام مکہ مکرمہ

سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہی دوسری صورت اختیار فرمائی اور انہیں

یہودیوں کے زغہ سے بچانے کے لئے آسمان پر اٹھالیا اور ان کی ہجرت گاہ آسمان قرار پایا اور یہ

خصوصی موقف اس لئے قرار پایا کہ انہیں قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر آنا تھا۔

الغرض یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے یا سولی دینے کی سازشوں میں مشغول تھے اور اپنی دانست میں ایسی تدبیریں اور مکر و فریب اختیار کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح زعمہ باقی نہ رہیں لیکن خالق کائنات نے ان مخالفین اور معاندین کی ساری تدبیریں، ساری سازشیں الٹ دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی کی موت سے بچا لیا۔

اہل کتاب یہود اور نصاریٰ دونوں کا مشترک بیان ہے کہ یہودیوں کے سردار اور کاہنوں کو یہ اطلاع ملی کہ اس وقت حضرت مسیحؑ لوگوں کی بھیڑ سے الگ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک بند مکان میں موجود ہیں۔ یہ موقع انہیں بہتر نظر آیا فوراً ہی ایک ہجوم مکان پر پہنچ گیا اور چاروں طرف سے مکان کا محاصرہ کر کے حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کر لیا اور توہین و تذلیل کرتے ہوئے بادشاہ پیلاطیس کے دربار میں لائے گئے تاکہ وہ ان کو سولی دے دے۔ ادھر ملک کی عدالت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قومی دشمنی اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے واجب القتل ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا تھا۔ یہودیوں کے اصرار پر بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سپاہی بھیجے کہ انہیں سولی کا لباس پہنا کر لایا جائے۔

یہودی سپاہی جب قید خانے میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت و شکل میں تبدیل کر دیا اور وہ بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت و شکل جیسا ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قاہرانہ قدرت کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ قرآن حکیم کے یہ واضح الفاظ ہیں:۔ وَمَاقَتْلُوهُ وَمَاصَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبَّهَ لَهُمْ (الآیہ) وَمَاقَتْلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ الْآیہ (النساء آیت: 157) حالانکہ نہ وہ آپ کو قتل کر سکے اور نہ آپ کو سولی ہی پر چڑھا سکے بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔ اور یقینی بات ہے کہ انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا، البتہ اللہ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سزائے موت اگرچہ رومی عدالت سے ملی اور وہی ملکی عدالت نفاذ سزا پر قادر تھی لیکن آپ کو سزا دلوانے میں اور آپ کیلئے سزائے موت

جواب: قیامت کے دن عام انسانوں سے پہلے تمام انبیاء و رسل کو جمع کیا جائے گا اور ان سے جواب طلب کیا جائے گا کہ تمہاری امتوں نے تمہاری دعوت و تبلیغ پر تم کو کیا جواب دیا؟ یہ وقت امتوں کے لئے بڑا نازک اور ہوش رہا ہوگا۔ کیونکہ وہاں ہر امت اپنی نبی کی سفارش و شفاعت کے انتظار میں ہوگی اور یہ توقع لگائے ہوئے ہوں گی کہ نجات کا کوئی ذریعہ ہے تو بس یہی ایک صورت ہے لیکن جب رب العالمین سے خود یہ سوال سنا جائے گا کہ بتاؤ تمہاری امتوں نے تم کو کیا جواب دیا۔ تو رہی سہی توقع بھی ختم ہو جائیگی۔ رب العالمین کا یہ ابتدائی سوال تمام رسولوں سے بحیثیت مجموعی ہوگا۔ پھر ایک ایک رسول سے الگ الگ شہادت لی جائے گی۔ اس سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال کیا جائے گا اس کو قرآن حکیم نے بطور خاص سورہ مائدہ آیات 116 تا 120 میں نقل کیا ہے۔

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) اور میری ماں (سیدہ مریم) کو بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود قرار دے لو۔ عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ (توبہ توبہ) میں تو (خود اپنے عقیدے میں) آپ کو (شریک سے) منزہ سمجھتا ہوں (تو ایسی حالت میں) مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جسکے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے (واقع میں) کہا ہوگا تو آپ کو اس کا (یقیناً) علم ہوگا۔

آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں۔ اور میں تو (دیگر مخلوقات کی طرح اتنا عاجز ہوں کہ) آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ پس تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا صرف وہی بات جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان کی (حالت) پر مطلع رہا جب تک ان میں موجود رہا پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا تو آپ ان کے احوال پر مطلع رہے (اس وقت کی مجھ کو کچھ خبر نہیں) اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر

آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمائیں تو آپ زبردست (قدرت والے) ہیں اور حکمت والے ہیں۔ (اسکے بعد) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔

آیات بالا کی تفسیر میں مشہور محدث حافظ ابن عساکر نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک حدیث صحیح نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو تمام انبیاء علیہم السلام کو اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا اور عیسیٰؑ بھی بلائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پہلے ان کے سامنے اپنی ان نعمتوں کو شمار کرائیں گے جو دنیا میں ان پر نازل ہوتی رہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سب کا اعتراف کریں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اِنَّ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّي الْهَيْبِيْنَ مِنْ ذُوْنِ الْمَلٰٓئِكَةِ (الآیہ) اے عیسیٰ! کیا تم نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں مریم کو اللہ کے علاوہ معبود قرار دے لو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا انکار فرمائیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے بھی سوال کیا جائے گا۔ یہ لوگ دروغ بیانی کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہاں عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو یہی تعلیم دی تھی۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سخت خوف طاری ہو جائیگا، بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور خشیت الہی سے سجدہ ریز ہو جائیں گے اور یہ مدت ان کو ایک ہزار سال معلوم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصاریٰ کے خلاف حجت قائم کر دی جائے گی اور ان کی خود ساختہ صلیب پرستی کی حقیقت کھول دی جائے گی اور اس کے بعد ان سب کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا (تفسیر ابن کثیر ج: 1 سورۃ مائدہ)

سوال: حضرت مسیحؑ پر جو کتاب انجیل نازل ہوئی تھی کیا موجودہ چاروں انجیل وہی ہیں حضرت مسیحؑ کے بعد کی تصانیف ہیں؟

یہودی لاوی اور پطرس حواری عیسیٰ علیہ السلام کا شاگرد تھا۔ رومیوں نے جب عیسائیت اختیار کر لی تو ان کے مطالبہ پر یہ انجیل تصنیف کی 68ء میں اسکندریہ کے قید خانے میں بت پرستوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

○ تیسری انجیل سینٹ لوقا کی انجیل ہے۔ جس قدر اختلاف علماء نصاریٰ میں مٹی کی انجیل کے بارے میں ہے اس سے بھی زیادہ لوقا کی انجیل کے بارے میں اختلاف موجود ہے خود لوقا نے اپنی انجیل کی ابتداء میں یہ لکھا ہے کہ یہ انجیل اس نے ٹاؤفیلس کے ساتھ خط و کتابت کی بنا پر لکھی ہے وہ اس کو مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ مسیح کی باتیں جن لوگوں نے کانوں سے سنی تھیں انہوں نے ہم تک جس طرح پہنچائی ہیں ان کو بہت سے لوگ ہم سے نقل کر رہے ہیں اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کو خود ہی صحیح طریقہ پر جمع کر دوں تاکہ تم کو صحیح حقیقت معلوم ہو جائے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوقا نے حضرت مسیح کا زمانہ نہیں پایا۔ نیز علماء نصاریٰ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ لوقا کی انجیل مرقس کی انجیل کے بعد وجود میں آئی اور پطرس اور پولوس کے مرنے کے بعد تصنیف کی گئی ہے۔ (نقص الانبیاء للنجاشی: 477)

اصل بات یہ ہے کہ لو کا شہر اٹھا کیہ میں طب کا پیشہ کرتا تھا۔ اس نے حضرت مسیحؑ کو نہیں دیکھا اور مسیحیت کو سینٹ پال (پولوس) سے سیکھا اور سینٹ پال کے متعلق یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ وہ اصلاً متعصب یہودی تھا اور عیسائیت کا بدترین دشمن تصور کیا جاتا تھا وہ نصاریٰ کے خلاف علی الاعلان اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھا مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کی ہمہ قسم مخالفتوں اور رکاوٹوں کے باوجود مسیحیت ترقی کرتی جا رہی ہے اور روکے نہیں رکھتی تب اس نے مکر و فریب سے کام لیا اور اچانک اعلان کیا کہ مجھ سے ایک عجیب معجزہ سرزد ہوا میں بحالت صحت تھا کہ ایک دم اس طرح زمین پر گرا جیسا کہ کوئی کشتی میں پچھاڑ دیتا ہے اور اسی حالت میں حضرت مسیحؑ نے مجھ کو چھوا اور پھر سخت زبرد تنبیہ کی کہ آئندہ تو ہرگز میرے پیروی کرنے والوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنا۔ پس میں اسی وقت حضرت مسیحؑ پر ایمان لے آیا اور حضرت مسیحؑ کے حکم سے مسیحی

• الجواب الصحیح لمن بدل دینہ الحسب

ح

• حیات آدم

• حیات الخمر ان

• حجة الله الهالكة (شاه ولی اللہ دہلوی)

• حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء

• حوادث الفتاوی (حضرت تھانوی)

• حجة الاسلام (حضرت تھانوی)

خ

• خلاصة السیر

• خصوصیات سیرت نبر (حسن ثنی)

• خصائل نبوی

• خصائص کبریٰ

• خطبات مدراس

د

• درسی تفسیر

• در مختار (علامہ علاء الدین حسینی)

ذ

• ذخیرہ معلومات

ر

• روح البیان

• روح المعانی

• روض الانف

• رحمة اللعالمین

• رسول رحمت (مولانا ابوالکلام آزاد)

• رحمت عالم (علامہ سید سلیمان ندوی)

• رحمة الآیة فی اختلاف الائمة

ز

• زاد المعاد

• زاد السیر

• زرقانی

• زاد المعاد فی ہدی خیر العباد

• الزماجر من اقتراف الکبائر

س

• سنن ابی داؤد

• سنن ابن ماجہ

• سنن نسائی

• سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

• سیرت ابن ہشام

• سیرۃ المصطفیٰ ﷺ

• سید الکائنات ﷺ

• سیرت حلبیہ

• سیرت مغلطائی

• السیرۃ النبویہ

ش

• شرح صحیح مسلم

• شرف الکالمہ

• شامی

• شرح شریعۃ الاسلام

ص

• صحیح البخاری (محمد بن اسماعیل البخاری)

• صحیح مسلم (مسلم بن حجاج القشیری)

• صویر من حیات الصحابہ

• صاوی

• صفوة الصفوة

ط

• الطبقات الکبریٰ (علامہ محمد بن سعد)

• طبقات ابن اسعد

● طائفہ کا کمی (مولانا محمد قاسم نانوتوی)

9

- معارف القرآن
- مكتوبة شريف
- مرقاة شرح مكتوبة
- موطا امام مالك
- مكتوبة المصاح
- مستدرک حاکم
- مردج الذهب
- منهاج السنة النبوية (علامہ ابن تیمیہ)
- منزلة الصحابة في القرآن
- مدارج النبوة

9

- نسائی شریف
- نسیم الریاض (علامہ خفاجی)
- نساء الانبیاء
- نساء من عصر التابیین
- نشر الطیب
- نقوش روضگان (مفتی محمد تقی عثمانی)

9

- وقام الوراق (علامہ علی بن احمد السہروردی)

6

- ہدایہ (علامہ برہان الدین)
- ہدایت کے چراغ (مولانا محمد عبدالرحمن)

5

- البواقي والجواب

خون شہید سے بھی ہے قیمت میں کچھ سوا
فنکار کے قلم کی سیاہی کا ایک بوند

● طبری

- طبقات الشافعية الكبرى

Ε

- عمدۃ القاری شرح بخاری
- عہد نبوت کے ماہ و سال
- عالمی تاریخ
- عقائد اسلام

Σ

- غرائب اللغات

ف

- فی ظلال القرآن (علامہ سید قطب)
- فتح الباری
- فجر الاسلام (احمد امین)
- فتوح البلدان (علامہ احمد ابیہ الاذری)

9

- قصص القرآن
- قصص الانبياء (علامہ ابن کثیر)
- قصص الانبياء (علامہ عبد الوہاب نجار)
- قرۃ العین
- قلب جزیرۃ العرب (نواد حنزہ)

1

- کنز العمال
- کنز الدقائق
- کتاب الزہد (امام احمد بن حنبل)
- کتاب الکبائر (علامہ ذہبی)
- کاروانِ حید
- کتاب الاذکار

J

- لا مع البراري